مرتبہ

محمد سردار علی

(حیدرآبادی)

شمس الاسلام پریس

سلسلۂ ناشرات کتبخانۂ "بزم ادب"

نمبر (۳)

حیدرآباد کے نکتہ رس و نازک خیال شاعر حضرت سید رضی الدین حسن کیفیؔ مرحوم

کی

ادبی، اخلاقی، تاریخی نظموں کا مجموعہ

مرتبہ

محمد سردار علی (حیدرآبادی)

مؤلف مشاہیر اردو۔ تذکرۂ شعرائے اورنگ آباد۔ کلام کیفی۔ حیات کیفی وغیرہ

مطبوعہ

شمس الاسلام پریس حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ اپنی نسبت

کیفی مرحوم آسمان شاعری کے درخشاں سیارے تھے حیدرآباد کی بزم شاعری میں آپ کو جو درجہ امتیاز حاصل تھا اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے آپ کو انتقال کئے تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے ارباب ذوق آپ کے کلام کی اشاعت کے دل سے متمنی ہیں اور اس کو شوق کے ہاتھوں لینے کے لئے ہمہ تن منتظر۔ آٹھ سال کی مدت کوئی کم مدت نہیں ہے اصحاب ذوق انتظار کرتے کرتے تھک جاتے ہیں

اس عالم انتظار میں ایک شخص اٹھتا ہے اور علمی خدمات کے شوق میں بلا کسی امداد اپنے ذاتی صرفہ سے کیفی مرحوم کے کلام کو جس قدر بھی اس سے مہیا ہو سکتا ہے طبع کرا کر شائع کر دیتا ہے۔

جنس بازار میں لائی جاتی ہے اور لوگ اس کو لینے کے لئے مضطربانہ ہاتھ بڑھاتے ہیں اس کو وہ غیر معمولی قبولیت حاصل ہوتی ہے جس کی کبھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ علم پرور جماعت کی طرف سے امید سے زیادہ قدر افزائی ہوتی ہے۔ مرتب کی سعی و کوشش کی دل کھول کر داد دی جاتی اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ "تائید غیبی!" اس کی طرف سے جو انسان کے ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے جو حق کو باوجود ضعف ظاہری کے طاقت بخشتا اور باطل کو باوجود سر و سامان ظاہری کے خاسر اور ناکام رکھتا ہے۔

دیرینہ شکایت یہ چلی آتی ہے کہ قوم میں کام کرنے والوں کی ہمت کم ہے اور ہمیشہ کسر رکو

نطلسم کیفی

ان کے حسن و قبح کے پہچاننے والے ناپید ہیں اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنی خیرہ [illegible]
سبب کام کرنے والوں پر معاندانہ طعن اور نکتہ چینی کرتا اور خود کچھ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا

کلام کیفی کا مرتب بھی اس گروہ کے وار سے نہ بچ سکا۔ وار کیئے گئے مگر اوچھے۔ بڑی
دماغ پاشی اور جستجو کے بعد ان کرم فرماؤں نے کلام کیفی میں لے دے کے دو بڑی بھاری غلطیاں
نکالیں اور بزعم خود اس کو قلمندی سمجھ کر فخر کے ساتھ اس کی تشہیر کی۔ مرتب کا یہ جرم ان کی نظر
میں سنگین اور ناقابل معافی قرار دیا گیا۔ فرد قرارداد جرم سنئے۔

نمبر (۱) کتاب طباعت کی غلطیوں سے مملو۔

نمبر (۲) حجم (۶۰) صفحہ۔

ارباب دانش خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ اعتراضات کیا وقعت رکھتے ہیں۔

فرد قرارداد جرم کے شائع ہوتے ہی کیا تھا یا جائے کہ کیا گزری ان نادان دوستوں نے
جس قدر بلند آہنگی کی یا تھا اس "چھوٹی سی مطبوع اغلاط سے مملو کتاب" (کلام کیفی) کے شجر ممنوعہ کو
ہاتھ لگانے سے عوام کو روکا اسی قدر لوگ کثرت سے اس کی خریداری کی طرف متوجہ ہوئے
جن لوگوں کو اس موضوع سے دلچسپی نہ تھی انھوں نے بھی اس خیال سے ایک ایک نسخہ خرید لیا کہ
دیکھیں جس کتاب کی اتنی ہلچل اور دھوم مچی ہوی ہے آخر وہ ہے کیا چیز۔
نفسیات کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ اس میں کیا راز مضمر ہے۔

اچھا اب اس دوراز کار گروہ کا ذکر جانے دیجئے جن ارباب علم و معارف نواز حضرات نے
مبارکباد کے خطوط لکھے اور مرتب کی ناچیز علمی خدمت کی قدر افزائی فرمائی ان میں سے ایک
مشہور و معروف مصنفہ کی رائے ملاحظہ ہو۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"کلام کیفی کا [illegible]

"ان کے کلام کو طبع کرانے کے لئے متعدد جلسے ہوئے چندے ہوئے کانفرنس نے بھی امداد منظور کی بلکہ رقم دیدی لیکن ممدوح کے کلام کو طبع کرنے کی اولیت کا سہرا آپ کے سر رہا آپ بجا طور پر قابل مبارکباد ہیں کہ بلا امداد ذاتی صرفہ سے جناب کیفی کے کلام کو جس قدر بھی آپ سے مہیا ہوسکا شائع فرما دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

خیر اس مبحث کو بھی چھوڑئیے کہ یہ ضمنی باتیں ہیں

خدا جانے کلام کیفی کی بنیاد کونسی ساعت میں رکھی گئی تھی کہ وہ نیک اور مبارک ثابت ہوئی اور اس کے بعد تین چار ہفتوں کے اندر اندر اس سلسلہ میں اور دو کتابیں شائع ہوئیں۔ ایک حیات کیفی اور دوسری نظم کیفی جو آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کے بعد یادگار کیفی اور رباعیات کیفی پیش کئے جائیں گے کیفی مرحوم کا فارسی کلام بھی زیر ترتیب ہے۔ غزلیات کا ایک مکمل دیوان بھی ٹائپ میں طبع ہوگا جس کے انتظامات عمل میں لائے جارہے ہیں آپ ان سب کو کلام کیفی کی برکات تصور فرمائیں۔

پیش نظر کتاب مجموعہ ہے کیفی مرحوم کی اُن مشہور نظموں کا جو معاملہ بندی۔ واقعہ نگاری اور سلاست بیان کے اعتبار سے بے مثل ہیں اور جو کسی وجہ سے کلام کیفی میں درج نہو سکی تھیں

طباعت کی غلطیوں کا ذکر ہی فضول اور دور از کار ہے کیونکہ لیتھو پریس اور یہ دونوں لازم ملزوم چیزیں ہیں۔ شاذ و نادر کتاب ہوگی جو طباعت کی غلطیوں سے پاک ہو۔

جن علم دوست اصحاب نے اس مجموعہ کے لئے فراہمی مواد اور طبع و اشاعت میں مدد فرمائی ہے اُن کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

خاکسار

محمد سردار علی

بازار گھانسی۔ حیدرآباد دکن

میلادِ نبیؐ

کنت کنزاً مخفیاً کا راز جو افشا ہوا
سب سے پہلے نورِ ختم المرسلین پیدا ہوا

حضرت آدم کی پیشانی میں دکھلائی چمک
پھر جناب شیث کی آنکھوں کا وہ تارا ہوا

پھر جناب نوح کو بخشا نجی اللہ خطاب
حضرت ادریس کا بھی مرتبہ بالا ہوا

خلعت خلت دیا حضرت خلیل اللہ کو
عالم اسباب میں جو بت شکن پیدا ہوا

جاں نثاری کا دیا منصب ذبیح اللہ کو
جس کی خاطر دنبۂ خلد بریں فدیہ ہوا

مستفید اس سے ہوئے اسحٰق بھی یعقوب بھی
حضرت یوسف کے روئے حسن کا غازہ ہوا

حضرت یونس نے پائی بطن ماہی سے نجات
خضر کو بھی آبداری کا عطا عہدہ ہوا

صالح و ایوب یوشع الیسع یحییٰ شعیب
جس میں یہ چمکا خدا کا خاص وہ بندہ ہوا

کیا کہوں نیرنگیاں اس نورِ عالمتاب کی
حضرت موسیٰ سے پوچھے کوئی کیوں سکتہ ہوا

حضرت عیسیٰ کو دی اس نے حیات جاوداں
قم باذن اللہ ایک فقرہ سا تھا چلتا ہوا

تشنہ کامان ہدایت کی یہ پھر نکلی سبیل
نور کا دریا گیا فاران تک بہتا ہوا

پھر بنی عدنان میں دریا سمٹ کر آگیا
قطرہ سے دریا ہوا دریا سے وہ قطرہ ہوا

باعث رخشانیٔ تاج سر اہل قریش
آبروبخش جہاں وہ گوہر یکتا ہوا

پھر ہوا وہ اختر تابندۂ عبد مناف
پھر وہ عبد المطلب کی آنکھ کا تارا ہوا

پھر جبین پاک عبد اللہ میں پہنچا وہ نور
آمنہ کے بطن میں پھر وہ شرف افزا ہوا

نو مہینے تک رہا برج حمل میں آفتاب
پھر وہ اپنا جان عالم انجمن آرا ہوا

مرحبا صد مرحبا صلِ علیٰ صلِ علیٰ
مژدہ باد اے دل کہ محبوب خدا پیدا ہوا

مرحبا نورِ جنابِ مصطفیٰ پیدا ہوا
حبذا آمنہ نورِ خدا پیدا ہوا

بے سہاروں کا سہارا بیکسوں کا دستگیر — بیوسیلوں کا وسیلہ بر ملا پیدا ہوا
بے ٹھکانوں کا ٹھکانا، بے پناہوں کی پناہ — دردمندان بلاکش کی دوا پیدا ہوا
نیر برج نبوت شمع بزم مکرمت — گوہر نایاب لعل بے بہا پیدا ہوا
جشن میلاد مبارک کی مچی دنیا میں دھوم — آستاں بر خانہ کعبہ جبیں فرسا ہوا
ہل گئے فارس میں کسریٰ کے محل کے کنگرے — لات کا عزیٰ کا بیت اللہ سے منہ کالا ہوا

ہم سے کیوں کر ہو سکے کیفی بیان میلاد کا
مختصر یہ ہے خدا کا مدعا پورا ہوا

رسالہ تاج ۱۹۱۶ء

مینہ کا برسنا اور بچوں کی خوشی

رم جھم، رم جھم، آیا پانی — اللہ کی رحمت کی نشانی
ہونے لگی جب بوندا باندی — رعد نے اپنی دھاک بٹھا دی
برق کے ملنے کی وہ شعلہ فشانی — ابر کا پھٹنا، پانی، پانی
ہونے لگا دل سب کا پریشان — نکلی نہ اپنے منہ سے ہوں ہاں
بجلی چمکی بادل گرجا — کس نے کہا تھا "تجھ سے ڈر جا"
ڈرنے کی کیا بات ہے اس میں — ساون ہے، برسات ہے اس میں
اپنا اس میں ہرج نہیں ہے — ایلو اب تو گرج نہیں ہے
بجلی کی وہ کڑک نہیں ہے — کڑک تو کیا وہ چمک نہیں ہے
مینہ کی کیسی پیاری جھڑی ہے — بوند نہ چھوٹی ہے نہ بڑی ہے
صحن میں کیا چھڑکاؤ ہوا ہے — حوض کا منظر اس کے سوا ہے
سیاہی پھیلی ہوئی ہے ہر سو — سوندی، سوندی مٹی کی بو
ہر اک بچہ کھیل رہا ہے — کوئی کسی کو ٹھیل رہا ہے
کوئی کسی کا ہاتھ پکڑا — کوئی بھاگا کوئی [illegible]

اس کی کوشش اس کو پکڑے — بھیگ رہے ہیں سب کے کپڑے
ان کو اس کا کچھ بھی نہیں غم — وہ ہیں مینھ ہے اور ہے او وہ ہم
چھلیں ہیں یہ دید کے قابل — خوش خوش ہیں کیا ننھے سے دل
چھینٹے لڑتے ہیں آپس میں — یہ ہیں اس موسم کی رسمیں
کھیل کا بھی ہے ایک طریقہ — اپنا اپنا ہے یہ سلیقہ
بوڑھا کوئی ہو کہ ہو بچا
اچھوں کا ہر کام ہے اچھا

تاج ۱۹۱۶ء

جھولا

دیکھنا جھولا ہمارا بھی ہے کس انداز کا — ہمسری اس کی کرے کیا حوصلہ شہباز کا
اس کی ہر پرواز میں کیا آن ہے کیا بان ہے — ہم کو لے اڑتا ہے یہ، یہ بھی خدا کی شان ہے
جس کو جھولا جھولنا ہو اس کو کیا کیا چاہیے — سخت ٹہنا اور اک مضبوط رسا چاہیے
ہم سبق، ہمجولیاں ہوں تو ہی پینگوں کی بہار — ابر بھی ہو اور کچھ مینھ کی برستی ہو پھوار
چل رہی ہو ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی ہلکی سی ہوا — بھینی بھینی، سوندھی سوندھی یوسنگھانی ہو صبا
اپنی اپنی باری باری سے ہر اک جھولا کرے — ہاں سبق اپنا نہ اس جھولے میں بھی بھولا کرے
جتنی نظمیں آئی ہوں پڑھنے میں کھلے ان کو یاد — گائے ایسے وقت میں تو لطف ہو حد سے زیاد
گائے بھی تو گائے اس لہجہ سے اس انداز سے — کوئی نامحرم نہ ہو آگاہ تک آواز سے
بر زبان ہوں یاد نظمیں تو ہے کچھ جھولے کی سیر — ورنہ جھولا جھولتے ہیں دیکھکر پڑھ لیں تو خیر
سب سے پہلے کون جھولے جس کو ہوں اشعار یاد — شعر بھی ہوں درس کے اور یاد بھی سب سے زیاد
بعد اس کے وہ جسے ہوں یاد اشعار اس سے کم — اس طرح نمبر اگر ہو تو لڑائی ہو نہ غم
جھولنے کا لطف آئے جھولنے میں ہو مزا — بھولے جو آموختہ اس کی یہی ہے اچھی سزا

نظم سلیم کیفی

سب سے پیچھے رہ گئی لڑکی جو نظمیں بھول کر — یاد کر لے اپنے سب اشعار جو بھولا بھول کر

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

صاف لڑکی

واہ یہ لڑکی ہے کتنی پاک صاف — صاف کپڑے صاف چہرہ ناک صاف
میل دانتوں پر نہ ناخن میں کہیں — اور کپڑوں پر کہیں دھبہ نہیں
صاف ستھرے دھوئے ہوتے ہاتھ پاؤں — چاہتا ہے دل کلیجے سے لگاؤں
آؤ بی بی آؤ جلدی پاس آؤ — اک مزے کا پیار ہم کو دیتی جاؤ
آ کے پہلے کیا اس نے سلام — پھر جو پوچھا تو بتایا اپنا نام
گود میں لے کر کیا پہلے تو پیار — پھر کہا بیٹی میں تم پر سے نثار
آپ کیا پڑھتی ہیں کیا کرتی ہیں کام — آپ کے والد کا ہے کس جا مقام
بھولی لڑکی نے دیا ہم کو جواب — دوسری اردو کی پڑھتی ہوں کتاب
فرسٹ ریڈر بھی دینیات کی — اور کلام اللہ سارا پڑھ چکی
حفظ ہے کشف الخلاصہ سب مجھے — یاد ہے ہر شعر کا مطلب مجھے
صاف ستھری ہے میری ہر ایک چیز — مجھ کو اماں نے سکھائی یہ تمیز
صاف بستر صاف کمرہ صاف گھر — میں نے پوچھا بات اس کی کاٹ کر
ہاتھ منہ کب دھوتی ہو؟ اس نے کہا — فجر و ظہر عصر و مغرب اور عشا
پانچ وقتوں کی میں پڑھتی ہوں نماز — جوتی کو لگتا نہیں بول و براز
چوتھے دن نہا کر بدلتی ہوں لباس — چھاداں، صابن، کنگھی ہے سب میرے پاس
دانت میرے صاف بھی ہیں پاک بھی — میرے ہاں منجن بھی ہے مسواک بھی
آئی پڑھنے کو علی گڑھ سال حال — عمر کے گزرے ہیں میرے آٹھ سال
اس سے بھی کم تھا بہت جب میرا سن — صاف رکھی جاتی تھی میں رات دن
میرے والد ہیں نہال احمد پختہ — [illegible]

نظم کیفی

سن کے اس پاکیزہ لڑکی کے جواب
ہیں یہ دیں کیفی دعائیں بےحساب

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

گندی لڑکی

گندی لڑکی پری ہو یا وہ حور — کرتے ہیں سب لوگ اس کو دور دور
منہ لگا کر بات تو کرتے نہیں — گندی کو پیار کرتے ہیں کہیں
مانجھ کر منجن سے دانت اپنے نہ دھوئے — ضد کرے ہر بات پہ ہر لحظہ روئے
رینٹ اپنی آستین سے پوچھلے — بال سر کے آپ اپنے نوچلے
آج پہنے کل کرے میلا لباس — اس کو آنے دے کوئی کیوں اپنے پاس
ایسی لڑکی کی بھلا کیا آبرو — چیپڑ آنکھوں میں ہو جس کے منہ میں بو
کنگھی بالوں میں نہ سر میں تیل ہے — بدتمیزی رات دن کا کھیل ہے
دھوپ میں کھیلے نہ آئے چھاؤں میں — سر پہ ٹوپی ہے نہ جوتا پاؤں میں
اچھی خاصی اپنے پڑھنے کی کتاب — جا بجا کر دے لکیروں سے خراب
روشنائی کے ہیں دھبے جا بجا — کرتے کا ہے آگا پیچھا ایک سا
کھانا کھا کر پوچھلے دامن سے ہاتھ — کپڑے بھر جائیں کبھی سالن سے ہاتھ

ایسی لڑکی کو کرے گا کون پیار
پاس جس کے جائے اس کو آئے عار

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

انجمن معین المسلمین

انجمن معین المسلمین حیدرآباد دکن کے پانچویں سالانہ اجلاس میں ذیل کی نظم حضرت کیفی نے پڑھی تھی

کس قدر اعلیٰ ہے تیری شان اے اللہ غنی
حمد کے شایاں ہے تو ہی ہم کو اتنا ہے یقین

قادر مطلق ہے تو معبود ہے موجود ہے
ہم ترے بندے ہیں تیرا آسمان تیری زمین

جملہ مخلوقات ہے دیباچہ تیری حمد کا
نور ہو یا نار یا جن و بشر یا حورِ عین

اشرف المخلوق کا خلعت دیا انسان کو
رہبری کی بھیجکر پھر انبیا و مرسلین

خاص کر کتنا بڑا احسان یہ ہم پر کیا
ہم گنہ گاروں پہ بھیجا رحمۃ للعالمین

مطلع صبح الست و مغربِ شام ابد
یہ نبی تھے اور آدم تھے درونِ ماء و طین

باعث فخر عرب، مکی، قریشی، ہاشمی
صاحب خلق عظیم و مخبر صادق امین

نیر برج نبوت، شمع بزم کائنات
فرد کامل، ہادیِ برحق، شفیع المذنبین

کعبہ کے گھر کا اجالا دین کا چشم و چراغ
عرش کی آنکھوں کا تارا، مردم عین الیقین

عین نورِ حضرتِ جل و علا، صل علی
شان عشق و آنِ معشوقان و جان عاشقین

تو نے کی ان کے ذریعہ سے ہماری رہبری
اور انھوں نے ہم کو دی تعلیم قرآن مبین

سب ترے احسان ہیں بے واسطہ یا واسطہ
تحفۂ حمد و ثنا ۔ للہ رب العالمین

ایک اسی قرآن اقدس کی بدولت حشر تک
سہل ہے ہم کو حصول دولت دنیا و دین

جب تک اس پہ ہم عمل پیرا رہے اچھے رہے
جب سے ہم نے اس کو چھوڑا ہم سے چھوٹے آن و آئیں

ایک زمانہ تھا، کہ ہم میں تھا بہت کچھ اتفاق
اک زمانہ ہے کہ ہم ہیں مبتلائے حقد و کیں

چار دانگ عالم ظاہر پہ قبضہ تھا کبھی
ڈھونڈھنے سے بھی ٹھکانا اب نہیں ملتا کہیں

تھا کبھی کوفہ کبھی بغداد اپنا پایۂ تخت
قرطبہ اور اندلس بھی تھا کبھی زیر نگیں

روم و شام و تبت و ایران تک اپنی دھاک تھی
مانتے تھے اپنا لوہا ۔ اہل ہند و اہل چین

تھی ترقی پر ہماری قوتِ روحانیہ
تھے ہمارے ہی تصرف میں قلوب مومنین

ہم میں تھے بوبکر و فاروق اور عثمان علی
سب صحابہ تابعین، اور سارے تبع تابعین

حنیفہ، اور مالک، ابن حنبل شافعی
رہبر دین الہی رہنمائے اہل دیں

یزید، و شبلی و معروف کرخی و جنید
شمع بزم عارفین و شمس برج سالکین

تھے ہمیں میں حضرتِ محبوب سبحانی کبھی
غوث اعظم، عبد قادر، شاہ جیلاں محی دیں

پیشوائے خواجگان حضرت معین الدین حسن — سکتے ہیں میں رحمتہ اللہ علیہم اجمعین
مختصر یہ ہے کہ تھی دونوں جہاں کی سلطنت — ہر طرح حاصل تھی، ہم کو دولتِ دنیا و دین
کیا سبب کیا وجہ کیا باعث کہ ہی یہ انقلاب — ایک یہ بھی ہیں ہمیں، اور ایک وہ بھی تھے ہمیں
حالت موجودہ کا نقشہ میں کھینچوں کس طرح؟ — کونسی ہے ابتری دنیا میں جو ہم میں نہیں؟
پست ہمت بے بضاعت سست کاہل بے ہنر — اور پھر زینت گر اعمال شیطان لعین
حرمت و حلت کی پروا ہے نہ حشر و نشر کی — ہے قسم کھانے کو باقی ہم میں قرآن مبین
جز و مذہب بلکہ مذہب بن گیا رسم و رواج — دھوم سے چھٹی دھڑلے سے ہے چہلم کہیں
نت نئی زرخرچیوں کا شوق ہی افلاس ہے — اور پھر پڑھتے بھی ہیں ہم لا یحب المسرفین
پڑھتے ہیں قرآن کب؟ پڑھتے بھی ہیں تو گاہ گاہ — طوطے مینا کی طرح، یہ نعبد و نستعین
وہ بھی مردوں کی زیارت میں بلحاظ شرم ہے — جب بھی نیت فی الحقیقت خیر یہ بنتی نہیں
نیت اچھی ہو تو کیوں کر ہو کہ دل ناپاک ہے — جمع ہیں اس میں نفاق و کبر و کذب و حقد و کیں
کیوں نہ ہو دل میں ہمارے جمع یہ آلائشیں — جب نہیں اکل حلال اس دور میں ملتا نہیں
اس کے یہ معنی نہیں مفقود ہے اکل حلال — یا ہے ملنے کا مقام اس کے سپہر ہفتمیں
اپنے ہاتھوں ہم حلال اشیا کو کرتے ہیں حرام — ہائے ہم اپنی خوشی سے آپ رہتے ہیں حزیں
ایک تو افلاس کا ابر سیہ گھیرے ہوئے — دوسرے اسراف کی تاریکیاں چھائی ہوئیں
ہیں جو دولت مند ہے اسراف انکا یار غار — اور جو ہیں محتاط ہے افلاس ان کا ہمنشیں
مفلس و مسرف سے بھی گر قطع کریں ہم نظر — تو بھی ہر محتاط کی آمد اسے کافی نہیں
رسم کی پابندیوں نے کردیا ایسا تباہ — جس نے کی شادی رہا اک عمر تک اندوہگیں
رسم کے پابند ہیں، مذہب سے ہم آزاد ہیں — ڈر خدا کا کچھ نہیں ہوتا ہے خوف نکتہ چیں
ہے عموماً قرض پر دار و مدارِ زندگی — اور وہ بے سود کے اس وقت مل سکتا نہیں
سود کھا کھا کر پلے ہوں جنکے پہلو میں قلوب — ان سے نیچ کس طرح ہوں کار ہائے بہتریں
سود کی نسبت وعیدیں آچکیں قرآن میں — جانتے ہیں مانتے ہیں دیکھتے ہیں۔ اہل دیں
اپنی بینائی ہے یا ماں پیٹ کے اندھے کا خواب — دیکھتے ہیں اور پھر کچھ سوجھتا ہم کو نہیں

ہائے اب تو ہوتے ہیں فتوے جواز سود پر — سود کی بیماریاں عالم میں ہیں پھیلی ہوئیں
عیب جب ہوتا ہے عالمگیر بنتا ہے ہنر — سچ کہا ہے غالب مرحوم نے صد آفریں
رنج کا خوگر ہو جب انسان تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں
سود کا طاعون ہے، طاعون سے بڑھ کر مہیب — چارہ گر اس کا کوئی ہم کو نظر آتا نہیں
ہاں مگر اک نسخہ نایاب ہاتھ آیا ہے اب — جس کے اجزا بیش بہا لعل اور ہیں در ثمیں
اس کے ملنے کا ٹھکانا حیدرآباد دکن — اور اس کا نام نامی ہے معین المسلمین
ہے اثر اس کا بچانا سود کی تکلیف سے — قرضہ بے سود سے اسلام کا ہونا معین
آج اس کا پانچواں سالانہ جلسہ ہے یہاں — دوسرے لفظوں میں کہیے ہے گرہ یہ پانچویں
اس کی خواہش جس کو ہو دیکھے وہ دستور العمل — ہاتھ سے جانے نہ دے اسلام کی حبل المتین
قرضہ بے سود بھی اک قسم کا احسان ہے — رائگاں جاتا نہیں زنہار اجر محسنین
جن حکیموں نے دیا ترکیب یہ نسخہ یہاں — کل وہاں ان کو ملے یا رب بہشت ہفتمیں
بالخصوص ان میں حکیم روح مولانا عمر — آستاں پر ان کے ہوتا عمر [illegible] کی جبیں

صحت روحی و جسمی سب مسلمانوں کو دے
یا الہ العالمین! آمین الہ العالمین

رسالہ صحیفہ جلد (۲) نمبر (۹)

رباعی

وہ دل وہ دماغ وہ طبیعت نہ رہی — جینے کی تو ہم میں قابلیت نہ رہی
اک عمر سے آرزوئے مرگ کرتے کرتے — مرنے کی تمنا میں بھی لذت نہ رہی

دیگر

اغماض حسینوں کا برا ہوتا ہے — اور کبر ذہینوں کا برا ہوتا ہے
اللہ بچائے ہمیں ان سے کیفی — احسان کمینوں کا برا ہوتا ہے

نظم کیفی

تعلیم نما

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے پہلے جلسہ سالانہ منعقدہ حیدرآباد ۱۳۲۳ف میں یہ نظم پڑھی گئی۔

لمن اسمی اسما احمد علی ما علم الاسما
کہ آدم را شرف بخشید از تشریف کرمنا

وتسلیم علی من قال للناس اطلب العلما
کہ امی بود و در علم و عرفاں ریخت بر دنیا

پس از حمد خدائے پاک و نعت احمد مرسل
مسلمانو! بزرگو!! بھائیو!!! سننا میری سننا

یہ میں کہتا نہیں تعلیم میں ہیں خوبیاں یہ یہ
میں یہ کہتا نہیں ہے بہتری تعلیم سے کیا کیا

میں یہ کہتا نہیں ہو لکھنے پڑھنے کی ضرورت کیوں
نہ یہ کہتا کہ ہے انداز تعلیم دکن کیسا

نہ میں قرآن سے ثابت کرونگا علم کی خوبی
نہ میں دونگا حوالہ اب بخاری اور مسلم کا

نہ لاؤنگا دلیل ایسی میں اقوال آئمہ سے
نہ تاریخوں سے یہ ظاہر کرونگا علم ہے ایسا

نہ میں بغداد یونیورسٹی کا تذکرہ کرتا
نہ میں قصہ سناتا ہوں نظام الملک طوسی کا

نہ یہ کہتا گزشتہ دور میں تعلیم کیسی تھی
نہ یہ کہتا کہ چرچا علم کا اگلوں میں کیسا تھا

کہ پہلے تو نہیں ہے خود مجھی کو اتنی آگاہی
اگر ہو بھی تو ان باتوں سے اب اس وقت مطلب کیا

براہین و دلائل اور امثال و نظائر سے
کروں ثابت کہ ہے تعلیم ایسی علم ہے ایسا

یہ باتیں سنتے سنتے بھر گئے کان ایک زمانے سے
ہزاروں ایسے لکچر ایسی اسپیچیں سنیں صدہا

اثر ان ایسی تقریروں میں ڈھونڈو تو نہ پاؤ گے
بجز دردا۔ دریغا۔ ہائے حیف افسوس واویلا

ملامت تا بکے تا چند اپنی آبرو ریزی
کہ سب کچھ کر سکے سمجھے ہم سے کچھ بھی ہو نہیں سکتا

سنو! میری سنو! تو یہ کہتا ہوں کہ خدا شاہد
کہ ہو سکتا ہے جو تم سے کسی سے ہو نہیں سکتا

تمیز اچھے برے کی ہے خدا آگاہ ہے انسان ہو
سمجھتے ہو یہ ہے کڑوا یہ ہے کھٹا یہ ہے میٹھا

کہو تو سچ کہو! واللہ تم کیا کر نہیں سکتے
تمہارے دم قدم سے ہی تو یہ آباد ہے دنیا

تم اب دنیا میں رہنا چاہتے ہو کس طریقے سے
تمہیں کیا اپنی عزت آبرو کی کچھ نہیں پروا

تمہیں معلوم ہے دیتا ہے عزت کون انسان کو
غذا! کپڑا؟ حویلی! ہاتھی گھوڑا روپیہ پیسہ

نہیں ہرگز نہیں انساں کی اس سے نہیں عزت — کہ ہے انساں کی عزت کا باعث شان استغنا
گر تم اپنی عزت چاہو استغنی ہو پہلے — مگر تحصیل استغنا کا سمجھو ہے ذریعہ کیا
ال انساں کو عالم سے کر دیتا ہے مستغنی — خدا کے واسطے اسے بھائیو سیکھو کمال اپنا
دا نے سیکھنے کی قابلیت دی ہر انساں کو — ڈھلا ہے نور کے سانچے میں وہ اس خاک کا پتلا
ضائع ہونے دو مت اپنی قابلیت کو — کہ جا کر پھر نہیں آتی حیات مستعار اصلا
ر بیکار تم نے عمر اتنی رائیگاں کر دی — برا کیا ہے بھلا چاہو جو اب بھی اپنے بچوں کا
ر تم پڑھ نہیں سکتے۔ پڑھاؤ اپنے بچوں کو — کہ وہ پڑھ لکھ گئے تو تمہارا نام ہی ہوگا
سب کچھ سچ ہے کیفی کوئی تم سے یہ اگر پوچھے — کہ بچوں کو کہاں کس طرح سے کیونکر پڑھائیں کیا
اب ایسے سوالوں کا نہیں ہے بحث خالی — اسی کے واسطے قائم ہوئی یہ انجمن اس جا
اہل الرائے و اہل علم و فضل دانش و بینش — اکٹھے ہو کے سوچیں ہم کو کرنا چاہیئے کیا کیا
ی وطن میں کئی دن سے تھے ہمدردان تعلیمی — کہ اپنے ملک میں بھی ہو کمال علم کا چرچا
کا شکر ہے تجویز یہ اب عمل میں آئی ہے — اسی کا آج یہ جلسہ ہوا ہے منعقد پہلا
ض اس سے یہ ہے ہم کام کچھ کرنے لگیں ایسے — کہ جس سے ہو ترقی حالت موجودہ میں پیدا
ری حالت موجودہ بے علمی سے جیسی ہے — وہ ظاہر ہے کہ ابنائے وطن بے حس ہیں سر تا پا
ل علم و فن کی قدر ہی کرتا نہیں کوئی — تو پھر کیونکر نہ ہو جائے کمال علم و فن عنقا
ل بے علم کو ترجیح دیں ہم کسب عالم پر — وہاں مفقود اہل علم اگر ہوں تو اچنبا کیا
تحصیل علمی سے غرض تحصیلداری ہو — تو سمجھو ایسے عالم کو ہوا تعلیم میں دھوکا
ض تعلیم سے یہ ہے کہ اطمینان خاطر ہو — بھروسا آپ اپنی ذات پر انساں کرے پیدا
ا ست تعلیم ہے تعلیم انساں جس سے انساں ہو — وگرنہ پیٹ بھرنے کے لئے جینا ہے اک کتا
ا اب کیفی بہت کچھ کہہ چکے آؤ ادہر آؤ — متی ما تلق من تہوی دع الدنیا واہملہا

(روئداد ایجوکیشنل کانفرنس)

جام حیدری

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ حیدرآباد ۱۳۴۱ھ کے آخری اجلاس کے خاتمہ پر حضرت کیفی نے یہ برجستہ نظم پڑھی

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا — کہ علمی مشورے کی انجمن کا ختم ہے جلسہ
پلا دے جام صہبائے کرامت پیرا اے ساقی — جھلک جسکی ہو مہرستاں ، قطرہ جس کا ہو مینا
سرور قلب دانش اور نور چشم بینش ہو — نکھار دے رنگ و روغن طلعت حسن تخیل کا
مدامی نشہ جس کا ہمت مردانہ افزا ہو — ادا دے لغزش پا میں ہو استقلال کا نقشا
اگر ایسی پلا کر آج تو رخصت کرے سب کو — تو ساقی عمر بھر دل میں رہیگا لخلخہ تیرا
شراب علم کے متوالے رندو جاؤ پی پی کر — اگر چاہو تو لیتے جاؤ جام و ساغر و مینا
خدا ناکردہ گر کچھ نشہ میں اپنے کمی پاؤ — تو فوراً جتنی چاہو ڈگڈگا کر اتنی پی جانا
یہ فیض ساقی کوثر ہے بھٹی پر نہیں موقوف — جہاں جی چاہے جب جی چاہے رکھنا مشغلہ اسکا
شب مہتاب و روز ابر کی بھی کچھ نہیں حاجت — یہ جام حیدری پیکر لگانا حیدری نعرا
کہیں ایسا نہ ہو تم پھینکدو اس مے کو رستے میں — کہیں ایسا نہ ہو تم بھول بیٹھو آج کا جلسا
رہے تا دور ثانی آج کا جلسہ نگاہوں میں — جو تجویزیں ہوئی ہیں یاد رکھنا پاس کچھ انکا
لگاؤ اس کا چسکا اپنا ہم مشرب بنا لو تم — جہاں ملجائے کوئی بھی ہو ہندو کیا مسلماں کیا
بہت سی اور بھی باتیں تھیں دل میں تم سے کہنے کی — مگر ہے وقت کی تنگی سے دل میں ولولہ دلکا
ملوگے پھر تو سننا یار زندہ صحبتیں باقی — مگر اک بات دو حرفوں کی سنکر یاد رکھیگا۔
کبھی اپنے کو ہم اور دوسرے کو تو نہ بولو تم " — تو بگڑے کام بن جائیں اگر اللہ نے چاہا
کہو اب ہر حریف بزم کو کیفی خدا حافظ — متی ما تلق من تہوی دع الدنیا واہملہا

(روداد ایجوکیشنل کانفرنس)

رایت علم

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے دوسرے سالانہ جلسہ منعقدہ اورنگ آباد ۱۳۲۳ف میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

ہم نے کیا ہے رایت علم و ہنر بلند — آجائے اس کے سایہ میں ہر پست و ہر بلند
ہم کون ہیں؟ ترقی تعلیم ملک خواہ — آواز جنکی پست ہے جنکی نظر بلند
پستی بھی کام کی ہے بلندی بھی کام کی — کب؟ جبکہ پست وقت پہ ہوں وقت پر بلند

پست و بلند دہر پہ شاہد ہے آفتاب
ہے وقت شام پست تو وقت سحر بلند

حرکت کے اعتبار سے دونوں میں ایک سا
ہو زیر پست حرف سے یا ہو زبر بلند

ہر فرد قوم، قوم ہے، کیا خرد کیا بزرگ
اب اس میں پست قد ہو کوئی یا ہو سر بلند

لفظوں سے خط، خطوط سے بنتے ہیں حرف اگر
حرفوں سے لفظ۔ لفظ سے معنی ہے گر بلند

پھر تو ہے صاف بات کہ دیکھیں ہم اپنا حال
کتنے ہیں پست۔ چاہیئے ہوں کس قدر بلند

ہم میں سے کوئی نقطہ کوئی خط، کوئی ہے حرف
سب پست ہیں اگرچہ ہیں یک دگر بلند

فی الجملہ ہم سلیقہ سے جڑ جائیں یک دگر
تو پست بستہ اکی بھی نکلے خبر بلند

ہم پست کس قدر ہیں ہمیں کچھ خبر نہیں
پستی سے کس طرح ہو، کوئی بے خبر بلند

اسکی جنہیں خبر ہے، وہی درد مند قوم
کرتے کو ہیں صدائے مصیبت اثر بلند

تم نے سنی ہے ایک افیمی کی داستان
جس سر نگوں کے قصر کا تھا بام و در بلند

پینگ میں ایک روز گرا اپنے بام سے
آواز ایک دھم سی ہوئی مختصر بلند

نوکر سے اپنے اس لئے کہا۔ دیکھ کیا گرا
کیا بات ہے! ہوا ہے یہ کیوں شور و شر بلند

نوکر نے عرض کی کہ میاں! آپ ہی گرے
فرماتے ہیں یہ سن کے وہ آقائے سر بلند

جب ہم گرے تو ہائے بڑی سخت چوٹ آئی
شور و بکا و گریہ ہوا بیشتر بلند

کیفی کا حال بھی اس "افیمی" سے کم نہیں
چیخ اسکی بر محل نہ سہی ہے مگر بلند

بیدرد گوش ناشنوا کہتے ہیں خموش
منشائے درد دل ہے کہ فریاد کر بلند

بیٹھا ہوا گلا ہے تو فریاد کیا کریں
کیونکر ہو کوئی طائر بے بال و پر بلند

فریاد میری کون سنے بے ٹھکانہ ہوں
گویا میں ایک طوطی نقار خانہ ہوں

ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں اس انجمن کے لوگ
بیدار ہو رہے ہیں ہمارے وطن کے لوگ

سامان کر رہے ہیں وہ پیدا کچھ اس طرح
پیدا ہوں جس سے ملک میں ہر ایک فن کے لوگ

یہ خاص کوششیں ہیں کہ تعلیم عام ہو
سانچے میں علم و فن کے ڈھلیں سب [illegible] کے لوگ

سرسبز ابر علم سے ہو کشور نظام...... خلد اللہ ملکہ
لوٹیں بہار فضل و کمال اس چمن کے لوگ

وہ وقت جلد آئے خدا وہ بھی دن دکھائے
جس دن کی آرزو میں ہیں اس انجمن کے لوگ

لوگو! سنو تو ذرا کان کھول کر
کس آرزو میں آئے ہیں کیسے چلن کے لوگ

معلوم ہے تمہیں روش اہل انجمن
ثابت ہوئے یہ ملک میں کیسے جتن کے لوگ

کرتے ہیں جمع روپیہ تعلیم کے لئے
دیکھو نہیں کہ ہیں یہی - ایجوکیشن کے لوگ

دھن انکی ہے کہ ملک میں پھیلے مذاق علم
مصروف کوششیں ہیں - مال کے لٹانے دھن کے لوگ

کھانے سے تن کو سکھ ہے تو پڑھنے سے جان کو
پس چاہیئے کہ دوست بنیں جان و تن کے لوگ

تن پروری میں جان سے انجان ہو نہ جائیں
دھوکہ میں آ نہ جائیں کہیں - اہرمن کے لوگ

شیطان پھیرتا ہے مگر راہ علم سے
لاتے ہیں رہ پہ بارگہ ذوالمنن کے لوگ

باتیں یہ کام کی ہیں - نری شاعری نہیں
ناقدر جس سے بن گئے اہل سخن کے لوگ

عزت کرو تم ان کی دکھائیں جو راہ راست
ہوتے نہیں ہیں دوست کسی راہزن کے لوگ

تم قدرداں و رتبہ شناس کمال ہو
مشہور اس صفت میں ہیں ملک دکن کے لوگ

نانڈیڑ - بیڑ - پربھنی والے بھی جمع ہیں
یہ جالنہ کے لوگ ہیں - یہ ہیں پٹن کے لوگ

کوشش کرو کہ نام کے مانند کام ہو
وہ کام ہو کہ جس سے زمانہ میں نام ہو

باتوں سے آدمی نہیں ہوتا ہے نامور
اے دل خیال ناموری ہے تو کام کر

دل ہم سے پوچھتا ہے کہ پہلے بتائیے
کیسے ہیں کام - کون سے ہیں - اور کس قدر

فہرست دیکھتے ہیں جو دنیا کے کام کی
کافی نہیں ہے اس کے لئے عمر مختصر

عقبیٰ کے کام کی بھی کوئی انتہا نہیں
لیں ایک کام بھی تو نہ پورا ہو عمر بھر

فکر معاد بھی ہے - تلاش معاش بھی
اس کشمکش میں عمر کے ہوتے ہیں دن بسر

ہم کہتے ہیں بجا ہے - یہ سچ ہے - درست ہے
بیشک بہت سے کام ہیں دارین کے مگر

جتنے ہیں کام فرع ہیں - اصل انکی ایک ہے
وہ اصل کیا ہے "علم" ہے اے صاحب نظر

بنتے ہیں کام علم سے دونوں جہان کے
صنعت ہے جس کی شاخ لقب جس کا ہے "ہنر"

لو آؤ! اہل علم کی مجلس میں جلد آؤ
ہونے نہ دو خیال کو اپنے ادھر ادھر

ان کا بٹاؤ ہاتھ۔ کرو ان کی کچھ مدد — اب آ چکا ہے وقت اٹھو باندھ لو کمر

اسے بھائیو! یہ کام تمھارا ہی کام ہے — کیا تم خدا نخواستہ اتنے ہو بے خبر

میں جانتا ہوں مجھ سے سوا جانتے ہیں آپ — تعلیم اپنے ملک میں ہے پست کس قدر

دہرا کے بار بار اسی ایک بات کو — کرتا ہوں جمع اپنے خیالات منتشر

مطلب ہے اس سے کچھ تو لیجیے دل آپ کا — اللہ میری ہرزہ سرائی میں دے اثر

پہلو ہر ایک کام کے ہوتے ہیں دو ضرور — نیکی۔ بدی نہیں کوئی اسکے سوا مضر

لیکن ہماری بات یہ اخلاص سے سنو — نیت بخیر ہو تو۔ کوئی شر نہیں ہے شر

نیت بخیر اور طبیعت اگر ہو سست
سستی سے کوئی کام ہوا ہے نہ ہو درست

سستی سے اک جہاں میں ضرب المثل ہیں ہم — مشہور اہل علم نہ اہل عمل ہیں ہم

صنعت میں جان ہے نہ تجارت میں شان ہے — پھر باغ، باغ، اپنی جگہ بے عمل ہیں ہم

خوش، خوش، اسی پہ ہیں کہ کچھ آتا نہیں ہمیں — سر میں سمائی ہے سر اہل دول ہیں ہم

اسلامیوں کو دھن کہ ہم اورنگ زیب ہیں — ہندو سمجھ رہے ہیں کہ اب ٹوڈر مل ہیں ہم

دعوی انہیں ادھر کہ ابو الفضل سے ہیں ہم — ان کو ادھر ہے زعم غلط بیربل ہیں ہم

ان جھوٹی شیخیوں میں گرفتار و خوار ہیں — اپنے دماغ کے لئے وجہ خلل ہیں ہم

دیکھیں تو منہ کو اپنے گریباں میں ڈال کر — گویا کہ اپنے دشمن زیر بغل ہیں ہم

کب تک رہے جبیں پہ یہ ٹیکا کلنک کا — دنیا میں کیا برائے تشکر اجل ہیں ہم

زندہ دلی کا کچھ تو نمونہ دکھاؤ تم — ثابت کرو کہ صاحب علم و عمل ہیں ہم

سعی خلوص دل سے یہ معلوم ہو کہ آج — اسلاف نامدار کے نعم البدل ہیں ہم

علم و عمل کا وزن برابر رہے تو پھر — دیوان کائنات میں بیت الغزل ہیں ہم

جو کچھ ہیں وہ ہمیں ہیں ہمارے سوا ہے کون — انسان ہیں خلیفۂ عز و جل ہیں ہم

دیکھو ہمیں کہ شعلۂ شمع شعور ہیں — رخشانی ستارۂ صبح ازل ہیں ہم

وہ کونسا ہے کام جسے ہم نہ کر سکیں — مسند نشین بارگہ عقد و حل ہیں ہم

سب کچھ ہیں ہیں۔ اور ہمیں ہیچ پوچ ہیں طبل تہی ہیں ہم کہ صدائے دہل ہیں ہم
کیفی نہیں اب اس سے زیادہ تو ننگ کر سرگرم کار اہل وطن آج کل ہیں ہم

ہر چند پیرے شعر سے دل تو ہوا نہ سیر
لیکن ہیں کام اور کہیں ہو نہ جائے دیر (رؤداد ایجوکیشنل کانفرنس)

ایجوکیشنل کانفرنس

کے اجلاس سنہ ۱۳۲۲ف منعقدہ ٹاؤن ہال باغ عامہ حیدرآباد دکن میں یہ نظم پڑھی گئی۔

س طرح ہائے اس دل پہ جس میں درد ہو گرمی سے گرم ہو جو نہ سردی سے سرد ہو
نیا میں انقلاب ہے ہم ہیں وہی جو تھے ایسی گروہ کیوں نہ زمانہ میں فرد ہو
پنے سے چوٹ آئے کسی کو نہیں ہنسی سمجھینگے سرخرو جو سیہ روئے زرد ہو
ایاب اپنے شہر میں پھرتا ہے اس طرح جیسے کوئی غریب بیاباں نورد ہو
عد اسکا انتشار نہ احباب کی تمیز خر زہرہ ہو چمن میں کہ نسرین ورد ہو
یسی کہ کان پہ جوں رینگتی نہیں طوفان نوح بھی ہو تو سب گرد و برد ہو
طرنج کا وزیر ہے چلے چال ادھر ادھر مر مر کے جی اٹھے وہ جو چوسر کی نرد ہو
اتم جماد سے بھی ہو بدتر ہزار حیف ظاہر میں دیکھنے کو تو انساں ہو مرد ہو
ے تو خدا کے واسطے اپنا دکھا دو زور دل کو پکڑ کے اتنا جھنجوڑ و کہ درد ہو

جب دل میں درد اور جگر میں خراش ہو
پھر تو دوا دوش ہو دوا کی تلاش ہو

دوسرا بند

از ہم نے چیخ کے نا حق بلند کی چبھتی ہے دل میں چپ بھی دل دردمند کی
ار درد دل کے لئے چھیڑ ہے ضرور موقوف آگ پر ہے صدا بھی سپند کی

سن لیجئے یہ ایک دکھی کی پکار ہے — صورت تو زہر کی ہے حلاوت ہے قند کی
آہ دل شکستہ کہاں گوش دل کہاں — تقدیر آزماتے ہیں ٹوٹی کمند کی
سن لی جو بات آپ نے احسان آپ کا — سنکر کیا عمل بھی تو منت دو چند کی
بڑھ بڑھ کے جہل آج گلا گھونٹنے کو ہے — لیجئے خبر خدا کے لئے بھائی بند کی
انکو نہیں ہے مشرق و مغرب کی کچھ خبر — پوچھو جوان سے رسے کی تو بولیں تخمند کی
سونچو تو جہل و علم میں اب فرق کیا رہا — غفلت انھوں نے آپ نے سستی پسند کی
جو جاہلوں کا حال ہے وہ عالموں کا قال — تاثیر وعظ میں ہے نہ کچھ قدر پند کی

بے سود شاعری کی طرح وعظ و پند ہے
دیکھو جسے وہ اپنی جگہ خود پسند ہے

تیسرا بند

جتنے لکھے پڑھے ہیں عجب ان کا حال ہے — بقراط کوئی کوئی فلاطون خیال ہے
ہر ایک اپنے زعم میں لیڈر ہے قوم کا — ہر ایک اپنی رائے میں اہل کمال ہے
اصلاح ملک و قوم کی خاطر سب بکے ہوئے — اصلاح اپنے نفس کی گھر کی محال ہے
کچھ ان میں اعتراض ہے کچھ ان سے اختلاف — کچھ مجلسیں نہیں کہیں کچھ قیل و قال ہے
پرزور اختلاف و پرجوش اعتراض — دیکھو جو غور سے تو کڑی کا ابال ہے

پس یہ رفارم اور یہی ہے رفاہ عام — اخلاص ہے حرام رعونت حلال ہے
علم و عمل عبث ہیں نہ ہو دل میں جب خلوص — لذت نہ ہو تو پیڑ بھی پھل بھی وبال ہے
اخلاص پر جو کام ہے مبنی وہ ہے یہ کام — جس کا نمونہ کانفرنس اب کے سال ہے
تعریف اسکی اس سے زیادہ میں کیا کروں — سعی خلوص دل کی یہ ادنی مثال ہے

تحریک اختلاف نہیں التماس ہے
تجویز اعتراض نہیں ہے سپاس ہے

چوتھا بند

ہم شاہ کے ہیں شاہ ہمارا ہے قدرداں — شاہد زمین اس پہ گواہ اس پہ آسماں
سرکار کی سپاس گزاری ہمارا فرض — گو لائق سپاس ہماری نہیں زباں
شاہانہ بذل وجود و کرم کی ہے انتہا — کیا کیا نوازشیں ہیں کرے کوئی کیا بیاں
کیفی یہ شاعرانہ نہیں مدح گستری — ایمان کی ہے بات خدا جانتا ہے ہاں
یک یونیورسٹی ہی کو لیجیے کہ حال میں — ہم اہل ملک کے لئے قائم ہوئی یہاں
یہ ابتدا ہے اور ہر ایک شے کی ابتدا — ہوتی اسی طرح ہے کم و بیش بے گماں
ابتک ہلال عید ہے یہ یونیورسٹی — بدر تمام ہوگی بتدریج مہرباں
سایہ میں تاج حشمت عثمانیہ کے ہے — پلتا ہے جسکے دامن دولت میں اک جہاں
تحریک ہم بھی کرتے ہیں اس بارگاہ میں — تسکین درد دل کے لئے ہے یہ آستاں

زیبا دکن پہ فخر ہے ہندوستان کو
اس سلطنت سے فیض ہو سارے جہاں کو

پانچواں بند

شہ کو دریغ کب ہے رعیت کے واسطے — ساماں ہیں ہر طرح کے رعایت کے واسطے
دل سے دعا نکلتی ہے ہر دم زباں سے مدح — عثمان بادشاہ سلامت کے واسطے
اسے فخر خاندان سلاطین آصفی — کافی یہ شعر ہے ہمیں حجت کے واسطے
آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ — گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے
راحت رسان خلق کوئی ہے ہوا نہ ہو — یہ وصف خاص. خاص ہے خدمت کے واسطے
ہیں شاہ کی طرف سے تو ایسی عنایتیں — کہئے ضرور کیا ہے رعیت کے واسطے
لازم ہے اک زباں ہو یکدل ہو یکجہت — آمادہ جان و دل سے ہو خدمت کے واسطے
مرکوز شاہ یہ ہے کہ تعلیم عام ہو — اسباب منتظم ہوں معیشت کے واسطے

اس انجمن کا مقصد اعلیٰ ابھی ہے یہی — تیار ہو اطاعت وطاعت کے واسطے

مکر و فریب و تو رحاشا نہیں ہے یہ

اے حاضرین کھیل تماشا نہیں ہے یہ

چھٹا بند

کس حال میں ہماری ہے اولاد دیکھیے — تعلیم یا فنون کی بھی تعداد دیکھیے

ہم کس ہوا میں جیتے ہیں اسکو بھی دیکھیے — کس طرح عمر ہوتی ہے برباد دیکھیے

سنجیدگی سے دل میں ذرا غور کیجیے — کیسی پڑی ہے ہم پہ یہ افتاد دیکھیے

دشمن ہے اپنا کون ذرا اسکو ڈھونڈیے — کرتا ہے ہم پہ کون یہ بیداد دیکھیے

دشمن ہم اپنے آپ ہیں انصاف کی ہے بات — کیوں سوئے آسمان کہن زاد دیکھیے

ہم کو پڑھانے والے نے سب کچھ پڑھا دیا — کتنا ہے آج اپنا سبق یاد دیکھیے

شیرازہ کتاب اخوت بکھر گیا — شوق اپنا اور محنت استاد دیکھیے

اشراف ہیں تو کیجیے اسلاف پر نظر — اولاد ہیں تو جانب اجداد دیکھیے

کہنے کی کیا ہے یہ تو سمجھنے کی بات ہے — کیا رنگ لاتی ہے میری فریاد دیکھیے

دیکھے ہیں ایسے آپ نے جلسے تو بارہا

کچھ سنے ہیں سینکڑوں نظمیں ہزارہا

ساتواں بند

کچھ نظم و نثر کی ہوئی تاثیر یا نہیں — کچھ آپ نے بھی سوچی ہے تدبیر یا نہیں

یہ چیخ یہ پکار بھی کچھ کام آئے گی — جاگے گی اہل ملک کی تقدیر یا نہیں

آہیں لگائیں یا نہ لگائیں جہاں میں آگ — نالے ہلائیں عرش کی زنجیر یا نہیں

بنیاد جسکی کھودتے ہیں تین سال سے — کار آمد اپنے ہوگی وہ تعمیر یا نہیں

اتنے دنوں سے دیکھ رہے ہیں جو آپ ہم — اس خواب کی بھی کوئی تعبیر ہے یا نہیں

اعجاز عیسوی سے اگر آپ کام لیں
بولے گی اپنے منہ سے یہ تصویر یا نہیں

جب آپکی بھی راے میں یہ کار خیر ہے
جائز ہے کار خیر میں تاخیر یا نہیں

مانگیں کسی سے اب کہ نہ مانگیں مراد دل
ہم مستحق ہیں اے فلک پیر یا نہیں

کب تک رہینگے قعر ذلت میں سرنگوں
اٹھیں گے اپنے بل پہ زمیں گیر یا نہیں

آتی ہے بوئے یاس تو آئے کلام سے
ہر حال میں ہے کام ہمیں اپنے کام سے

آٹھواں بند

جبتک ہے دم میں دم کبھی ہمت نہ ہارنا
ڈالے جو کوہ غم تو خوشی سے سہارنا

جب رکھ چکے ہیں پاؤں گزرگاہ سیل میں
جس طور جس طریق سے گزرے گزارنا

کوشش میں اپنی دم کہیں لینا نہ ٹھہر کر
مرضی کے ہو خلاف تو کچھ دم نہ مارنا

کوشش میں کامیاب اگر ہوں نصیب سے
اپنی جتا کے شان نہ شیخی بگھارنا

لازم ہے جبن اور تہور سے احتراز
بس حد اعتدال پہ بگڑی سنوارنا

اسراف اور بخل سے بچنا سنبھالنا
جود و سخا کی حد پہ ابھرنا ابھارنا

ہے مفلسان علم کو پیسے کی احتیاج
دامن ہر ایک بھائی کے آگے پسارنا

جوں یوں نہ دے تو اور کسی رنگ ڈھنگ سے
شیشے میں جس طرح سے وہ اترے اتارنا

اے ممبران انجمن اے بانیان خیر
ہم پھر یہی کہینگے کہ ہمت نہ ہارنا

کیفی ز من ہمی سخنے ہست گوش کن
تا ساغرت پراست بنوشان و نوش کن (روئداد ایجوکیشنل کانفرنس)

جاپان تلمیذ یورپ

دھوم عالم میں زمانہ میں ہے شہرت میری
اللہ اللہ رے میں واہ رے قسمت میری

جس نے دیکھی نہیں ابتک کبھی صورت میری
اسکے دل میں بھی سمائی ہے محبت میری

ذکر ہوتا ہے میرا انجمنوں میں کیا کیا
بچہ بچہ کی زباں پر ہے حکایت میری

ایشیائی ہوں میں اور ان میں بھی اک معمولی
خود میں کہتا ہوں یہ ہے اصل حقیقت میری

یاد پڑتا ہے کہ گزرے ہیں برس ڈھائی ہزار
غالباً ہے یہی تاریخ ولادت میری

جنکو معلوم نہیں انکو بتاتا ہوں پتہ
اک مدت سے اسی جا ہے اقامت میری

میرے اطراف وجوانب میں ہے تبت کا ہل
چینی تاتار کے مشرق میں ہے دولت میری

قادہ سونرا سے چلے جائیے تاکیو رائیل
آپ ہو جائیگی ظاہر جو ہے وسعت میری

رنگ بدلے ہیں زمانہ کی طرح میں نے بھی
لیکن اس سے نہیں بدلی کبھی ہیئت میری

غیر قوموں نے نہ کی مجھپہ حکومت ہرگز
کی میری قوم نے اول سے حمایت میری

ہیدرا سے ہوں میں بس ایک گھرانیکا مطیع
آج اس فخر سے دنیا میں ہے عزت میری

خانہ جنگی کے تماشہ بھی بہت سے دیکھے
شوگنوں کو بھی رہا کی ہے خصومت میری

اک ہزار آٹھ سو اڑسٹھ میں میری رت بدلی
کہ عداوت پہ بھی غالب ہوئی الفت میری

باہمی کینہ دیرینہ سے دل پاک ہوئے
دل میں ہر ایک کے پیدا ہوئی چاہت میری

جان سے مجھپہ فدا ہونیکو تیار ہوئے
جب ہوئی قوم میں قائم عصبیت میری

غیر اقوام لئے آ کے تجارت کے لئے
صدیوں بعد ہمیں کی ہے زیارت میری

عہد و اقرار جو ہونے تھے وہ آپس میں ہوئے
بعد اسکے تو بڑھی اور بھی ہمت میری

لارڈ ایلگن سے بھی پھر میں نے کئے قول قرار
روز افزوں ہوئی اس سے بھی فراست میری

غیر اقوام کے تجار میں جب زور بندھا
جوش میں خود بخود آنے لگی غیرت میری

سب کو بیدخل کیا پھر کبھی جمنے نہ دیا
کام آج آئی یہ اس روز کی حکمت میری

قوم جب قوم بنے قوم کے سب کام ہیں سہل
نہ ضرورت ہے کسی کی نہ ضرورت میری

قوم کو قوم بنانے کیلئے ہے تعلیم
بھول جاؤ نہ خدارا یہ نصیحت میری

قوم کو قوم کی تعریف نہ ہوگی معلوم
کھینچ تصویر تو اے دیدہ عبرت میری

میرے اجزا تو ہیں گنتی کے فقط چار کروڑ
بادشاہ ہیں یہ میرے - یہ ہے رعیت میری

آج سے ساٹھ برس قبل میں ایسا تو نہ تھا — نہ یہ طاقت تھی نہ یہ طرز حکومت میری

بڑھتے بڑھتے ہی بڑھی دولت و ثروت میری
کھلتے کھلتے ہی کھلی چشم بصیرت میری

ہوتے ہوتے ہی ہوسے تجربے حاصل مجھ کو — رفتہ رفتہ ہی گئی مجھ سے جہالت میری
آج تہذیب و تمدن سے بھی واقف ہوں میں — آج دنیا میں ہے مشہور شجاعت میری
کون ہے وہ جو نہیں مانتا لوہا میرا — روس والوں ہی کے دل میں نہیں ہیبت میری
ایشیا بھر میں نہیں کوئی مقابل میرا — جس کا جی چاہے وہ تالے یہ صداقت میری
وہ کیوں جا کہیں پھوانٹے کو بات اتنی سی — کیا شہادت کو ہے کم صنعت و حرفت میری
مجھ سے خالی نئی دنیا نہ پرانی دنیا — آج اس درجہ ہے زوروں پہ تجارت میری
دیکھئے اسکی بدولت جو خسدا نے چاہا — دولت ہند میری، ثروت تبت میری
میں نے یورپ ہی سے سیکھا ہے یہ جو کچھ سیکھا — فیض ہے حضرت استاد کا صحبت میری
شکر صد شکر کہ شاگرد باستاد رسید — ہو گئی قابل تقلید مشقت میری
پھولنا پھلنا ہو منظور جسے دنیا میں — چاہیئے اس کو کہ سیکھے وہ ریاضت میری

اپنے ہمسایوں کی خدمت میں ہے جاپان کی عرض
علم یورپ سے تو لو مجھ سے ارادت میری

دیگر

کوئی کچھ پاتا نہیں گھر بیٹھ کر آرام سے — نام آور ہم ہوسے دنیا میں اپنے کام سے
کام ہم نے جو کئے وہ جس سے چاہو پوچھ لو — چین سے تبت سے برما سے سیام آسام سے
کام کرنے کے بھی دنیا میں ہزاروں ڈھنگ ہیں — واقفیت شرط ہے ہر کام کے انجام سے
واقفیت ہو نہیں سکتی بلا تعلیم کے — اور پھر تعلیم ہوتی ہے کئی اقسام سے
صنعت و حرفت تجارت کاشتکاری کے اصول — ہم نے سیکھے اپنی ان تھکاکو مشغول سے دام سے
یاد ہیں ہم کو ابھی تک اپنی پچھلی حالتیں — ایشیائی جتنیوں میں تھا ہم بھی تھے گمنام سے

آئے دن کے چھوٹے جھگڑوں میں تھے ہم بھی مبتلا
سست تھے نااہل تھے واقف نہ تھے کچھ کام سے

ہم وہی ہیں کوئی ہم کو پوچھتا بھی تو نہ تھا
ہم وہی ہیں۔ تھا تنفر ہم کو غیر اقوام سے

ان جزیروں میں اچھلتے کودتے پھرتے تھے ہم
واقفیت تھی نہ یورپ سے نہ روم و شام سے

شوق ملاحی کا بے حد شغل مچھلی کا شکار
کام کچھ پڑتا تو پڑتا تھا کبھی صمصام سے

وہ بھی آپس ہی میں کٹ مرتے تھے اُلجھ کر کہیں
آپ ہم اپنا زیاں کرتے تھے قتل عام سے

دوست اپنے آپ تھے ہم دشمن اپنے آپ تھے
باز آتے ہی نہ تھے ہرگز خیال خام سے

پست ہم اتنے تھے ہم سے پست کیا ہوگا کوئی
مدتوں یوں ہی رہے ہم مختلف آلام سے

۱۸۵۳
یک بیک اٹھارہ سے ترپن میں آنکھیں کھل گئیں
میل جول اپنا بڑھایا ہم نے غیر اقوام سے

شوق سیاحی کا ملاحی سے بڑھ کر ہو گیا
گھر سے نکلے ایسے جیسے صید نکلے دام سے

گاہ یورپ گاہ امریکہ کی ہم نے سیر کی
ہو گئے واقف وہاں ہم ہر طرح کے کام سے

ان میں جو جو اچھی اچھی عادتیں تھیں سیکھ لیں
ہاں مگر بچتے رہے افعال نا فرجام سے

ہم اندھا دھند اہل یورپ کی جو کرتے پیروی
پھر تو ہو جاتی محبت بادہ گلفام سے

ہم نوالہ ہم پیالہ اُن کے ہو جاتے اگر
شوق فیشن کا سماتا، ذوق رہتا جام سے

پھر اصول صنعت و حرفت کہاں سے سیکھتے
جیسے جاتے ویسے واپس آتے ہم انعام سے

کوئی کہتے کے برابر بھی نہیں پھر پوچھتا؟
یاد کرتا کوئی کیا اعزاز سے، اکرام سے

غیر ممکن کامیابی تھی ترقی بھی محال
ہوتے گر واقف نہ ہم افتاد طشت از بام سے

کہتے سنتے تھے سب ہی کچھ ملتے جلتے تھے مگر
کام رکھا ہم نے ہر حالت میں اپنے کام سے

پائے استقلال میں لغزش ذرا آنے نہ دی
ہم نے کی دینی حفاظت آپ استحکام سے

ہم وہاں سے آئے جب واپس تو آئے کامیاب
واقفیت ہو گئی چھوٹے بڑے ہر کام سے

سب سے پہلے قوم کو اپنی بنایا ہم نے قوم
سب سکھایا قوم کو سیکھا جو غیر اقوام سے

درسگاہیں صنعت و حرفت کی ہم نے کھول دیں
کارخانے بھی کئے قائم تو استحکام سے

ہم نے پھیلایا نہیں کچھ مذہبی جوش و خروش
بت پرستی سے تعرض تھا نہ کچھ اسلام سے

کیا غرض مذہب سے ہم کو جس کا مذہب اس کے ساتھ
کام کرنے میں مدد لی ہم نے خاص و عام سے

ایسی ایسی محنتیں کیں ایسی ایسی کوششیں — شام کر دی صبح سے پھر صبح کر دی شام سے

رات کو رات اور دن کو دن کبھی سمجھے نہیں — پھر کبھی بیٹھے نہیں بیکار ہم آرام سے

ہو گیا ہر روز روز عید ہر شب شب برات — رنج سے مطلب رہا ہم کو نہ کچھ آلام سے

جب یہ تعلیم کے کالج ادھر قائم ہوئے — اور ادھر ہونے لگی تعلیم اذن عام سے

پھر نہ احتیاج میں محتاج غیروں کے رہے — حاجتیں کیں اپنی پوری ہم نے اپنے کام سے

اپنے اسباب خور و نوش آپ ہی پیدا کئے — کام کرنے میں نہ آئی عار ننگ نام سے

جنگ کا سامان بھی تیار ہم نے ہی کیا — جنگ بھی ہم نے ہی کی ہر دشمن خودکام سے

فتح یابی کے پھریرے اڑ رہے ہیں چار سو — داد لی ہم نے جوانمردی کی خاص و عام سے

ناز ہے مردانگی کو اب ہماری تیغ پر — اب تجارت بھی تو بجتی ہے ہمارے نام سے

کیا تجارت کیا شجاعت کیا صناعت کیا علوم — فخر ہے ان سب کو دنیا میں ہمارے نام سے

ایک شمہ اپنی حالت کا سناتے ہیں انہیں — واقفیت چاہتے ہیں جو ہمارے کام سے

ایسا مقام آشیو ہے جس میں ہے تانبے کی کان — اس کا مالک ہے ہمارے ہی بنی اعمام سے

سات سو ٹن تانبہ سالانہ نکلتا ہے وہاں — دس ہزار انساں لگے رہتے ہیں اپنے کام سے

جس کی سالانہ بچت ہے پونڈ ساڑھے تین لاکھ — دور ہو یہ چشم زخم چرخ ازرق فام سے

ناصحانہ عرض ہے اس قوم سے جاپان کی — جو ترقی اپنی چاہے دوسری اقوام سے

اولیں اے قوم! اصلاح دماغ و دل کنید
اعتبار و اتفاق باہمی حاصل کنید (رسالہ تحفہ سنہ ۱۳۲۳ء)

کالی رات

کیا بھیانک ڈراونی ہے رات — سوجھتا تک نہیں ہے ہاتھ کو ہاتھ

چاند تاروں سے ہے یہ خالی رات — کیا اندھیری ہے اب یہ کالی رات

کسی مظلوم کا ہے دود آہ — یا منافق کا ہے قلب سیاہ

یا ہے بخت سیاہ عاشق کا — یا ہے اعمال نامہ فاسق کا

رات یا پشت آفتاب ہے یہ
یا شب قدر کا جواب ہے یہ

یا ہے یہ لیلۃ البرات کی ضد
یا سفیدی کائنات کی ضد

کون کہتا ہے کالا کوا ہے
شب دیجور کی یہ جو اپنے

ہو کا عالم ہے ایک سناٹا
ہر طرف ہے ہوا کا زناٹا

آنکھ کھلتے ہی جی دہلتا ہے
مارے وحشت کے دم نکلتا ہے

دن میں دن حشر کا ہے دن ہیہات
رات میں رات قبر کی ہے رات

دن وہ دن ہو کہ رات ہو وہ رات
ہم کو کافی ہے اک خدا کی ذات

ہو ہمارے لئے اگر ہو نجات
عید کا دن وہ یہ برات کی رات

قبر کی رات میں عذاب نہ ہو
حشر کے دن مرا حساب نہ ہو

یا الٰہی رہ نجات دکھا
ہم کو ایسی نہ کالی رات دکھا (رسالہ تاج ۱۹۱۶ء)

سلام

سلامی اشک سے خالی نہ رکھ آنکھ اپنے کاسوں کو
اس کل کو منہ دکھانا ہے محمدؐ کے نواسوں کو

خدا شرمائے ایسے خیرہ سر ناحق شناسوں کو
کیا جس نے شہید اپنے نبی ہی کے نواسوں کو

وعید نار دوزخ شمر کے سے بد اساسوں کو
نوید جنت الماوی ہمارے ہم قیاسوں کو

دم رخصت کہا دل تھام کے بچوں کو زینب نے
سدا صابر رہو لیکن بجا رکھنا حواسوں کو

ق

کئے ہیں شام نے احسان شمر و ابن سعد پہ کیا کیا
مگر وہ دن نہیں ہیں یاد اب ان حق ناشناسوں کو

پہ آپ کہتا ہے ازل فوج سے کیسے بہادر ہو
شکست اب تک نہ دی تم نے بہتر بھوکے پیاسوں کو

پھوپھی اکبر سے کہتی تھیں کہ خیمے سے نہ جا باہر
نظر ہو گی تری اٹھتی جوانی کے مہاسوں کو

بتا کر زینب و بانو کو قاسم سے کہا ماں نے
میری جاں آخری تسلیم کرتے جاؤ ساسوں کو

کہا عون و محمد کو اجازت دیکے زینب نے
الٰہی تجھ کو سونپا میں نے دونوں بے ہراسوں کو

لگی کیفی کے دل کی بھی بجھا دینا مرے مولیٰ
کریں سیراب جس دم بادہ کوثر کے پیاسوں کو (رسالہ تاج ۱۹۱۶ء)

نظم کیفی

مغزِ سخن

یہ نظم بتقریب شصت سالہ جوبلی مدرسۂ دارالعلوم (۱۳۲۲ھ) پڑھی گئی تھی۔

حمد و نعت و منقبت تشبیب و تمہید و خطاب — کیا لکھیں کیا لکھ سکیں کیونکر لکھیں کیوں پیچ و تاب

حمد کے قابل خدا ہے نعت کے لائق رسولؐ — حامد و محمود و احمد، جس نے پائے ہر خطاب

منقبت اصحاب و آلؓ و اولیاء کی کیا لکھیں — ایک سے ایک انتخاب اور ایک سے اک لاجواب

کیا لکھیں تشبیب اب معشوق ہی کوئی نہیں — ہو بھی گر معشوق تو کیا جب نہیں اپنا شباب

جب نہ ہو ممدوح تو تمہید کس کے واسطے — جب نہ ہو کوئی مخاطب ہم کریں کس سے خطاب

پہلے یہ معلوم تو ہو جائے کچھ۔ ہم کون ہیں؟ — شکوہ سنجی کس لئے؟ کس واسطے ہے پیچ و تاب

ہم ہیں شاعر۔ شاعری بے سود ثابت ہو چکی — اس لئے اصنافِ شعری کا ہوا ہے سد باب

جو غزل گو ہیں، وہ شہدے ہیں قصاید گو ہیں بھاٹ — مرثیہ گو ہیں شکم پرور، رباعی گو خراب

اخرب و اخرم میں بھی جن کو نہیں ہے امتیاز — وہ رباعی کہنے سے کرتے نہیں ہیں اجتناب

شاعری کی علت غائی ہوئی تفریح طبع — اور اب تفریح کے سامان ہیں بے حد و حساب

چھوڑ کر فٹ بال ٹینس کون سیکھے شاعری — پھر عروض و قافیہ پڑھ کر کریں کیوں دن خراب

اس پہ طرہ یہ کہ ٹھہری شاعری منحوس بھی — پھر تو اس کی چھاؤں سے بھی چاہیئے ہو اجتناب

اک زمانہ تھا کہ شاعر صاحب تاثیر تھے — آگ باگ ان سے کوئی ہوتا تھا کوئی آب آب

شاعر اپنے عہد کے لوگوں کی ہے گویا زباں — لوگ جیسے ہونگے ان کے شعر ہوں گے انتخاب

جب ہوا اہل ملک میں زور شجاعت آشکار — نکلے فردوسی کا ثانی کوئی ہومر کا جواب

جب ہوں حسن و عشق کے چرچے خوشامد کی ہو مانگ — پھر نظیری ہو کوئی۔ کوئی ظہیر فاریاب

فلسفے حکمت کا شہرہ یا تصوف کا ہو شوق — پھر تو بے گنتی ہوں خیام اوحدی ہی جیسا ب

چھوڑ کر ایرانیوں کو ہند کی تاریخ لو — آخر اردو کے بھی شاعر ہیں کئی اک لاجواب

از ولی تا داغ و حالی دیکھئے اک ایک کو — میر۔ سودا۔ درد۔ انشا۔ مصحفی۔ ناسخ۔ تراب

ذوق مومن۔ غالب۔ آزردہ ظفر۔ آتش انیس — اپنے اپنے رنگ میں ایک ایک ہے یہ انتخاب

(بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰)

سات سو اسی میں جب محمود شاہ بہمنی
مدرسے کھولے کئی اک علم کو دی تازگی
بیدر و گلبرگہ و جنیر و وایل و قندھار
سات سو سرسٹھ میں کی محمود گاوان نے بنا
طول و عرض اس کا چھہتر اور چھپن گز کا تھا
طالب العلموں کو کھانا مفت کپڑا مفت تھا
آج تک اس کے کھنڈر باقی ہیں آثار قدیم
قطب شاہی دور میں تھا گولکنڈہ دار علم
جب محمد نے بسایا حیدر آباد دکن
چار مینارہ بنایا مدرسے کے واسطے
کیسے کیسے تھے دکن میں قدر دان علم و فن
شیخ عین الدین گنج العلم تھا جن کا لقب
تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ بہمنی
ملا فتح اللہ شیرازی حبیب اللہ شاہ
اور علامہ محمد ابن خاتون با فہیم
مولوی حافظ شجاع الدین صاحب قادری
سات سو ہجری سے بارہ سو تک آ پہنچے ہیں ہم
آصفیہ سلطنت جب سے یہاں قائم ہوئی
علم کے چرچے یہاں پہلے سے بھی افزوں ہوئے
آصف اول نے کھولا مدرسہ قاروقیہ
پھر تو ہر آصف نے اس تعلیم کے گلزار کو
ابتدا میں جب مسیح آئے انگلینڈ کا اک پادری
بعد رومن کیتھولک اسکول بھی کھولا گیا

سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہی تھا صاحب جو باب
جس قدر حصے میں تھا حاصل کیا اس نے ثواب
مدرسوں کے واسطے یہ شہر پائے انتخاب
مدرسے کی شہر حیدر میں ہیں بے حد لاجواب
اور سو سونٹ کے دو مینار ہیں سحر بے حساب
مفت پڑھنے کو ملا کرتی تھی ہر درسی کتاب
مثل طاق کسروی و گنبد افراسیاب
طالب علم اسمیں پڑھ پڑھ کر ہوئے ہیں کامیاب
درسنین حفظ از روئے جمل کر لو حساب
اور یا حافظ ہے تاریخ بنائے لاجواب
لوگ کیا کیا جمع ہوتے تھے فضیلت انتساب
تھے یہیں۔ اطوار الابرار ان کی اب تک ہے کتاب
درس دیتا تھا فرشتہ نے لکھا ہے اس کا باب
شیخ علم اللہ محدث جس کا علامہ خطاب
مولوی عبد الکریم ایک ایک فرد لاجواب
درسگاہیں ان سبھوں کی تھیں نہایت کامیاب
ہے یہ چھ سو سال کی تاریخ کا لب لباب
شاہد عالم نے اپنے رخ سے الٹی ہے نقاب
سہل سب پر ہو گیا علم و ہنر کا اکتساب
پڑھنے والوں کے لئے ہے آج تک وا اس کا باب
اپنے اپنے عہد میں بخشی ہے تازہ تازہ آب
کر چکا تھا انگریزی مدرسہ کا فتح باب
فخر یہ پھر مدرسہ قایم ہوا با آب و تاب

ملک ان کے قدر دانوں کا ہے ان کے شعر میں
ہے مرقع یاں مذاق وقت کی نادر کتاب

قصیدہ، کیا غزل کیا مرثیہ کیا مثنوی
کہہ چکے سب اور جب حوصلہ پائے خطاب

بلبل ہندوستاں کوئی کوئی سعدی ہند
کوئی خاقانی ہندوستاں کوئی حاضر جواب

کوئی استاد سخن، کوئی خداوند سخن
کوئی صوفی کوئی واعظ کوئی ہے رند خراب

شاعری ان سب کی حسب اقتضائے وقت تھی
غدر سے ہندوستاں میں پھر ہوا جو انقلاب

شاعری نے رنگ بھی بدلا زمانے کی طرح
زلف مشکیں کٹ گئی پھیکا پڑا لعل خوشاب

حالت موجودہ پر حالی نے وہ نظمیں لکھیں
جس سے ظاہر ہو گیا کیا ہے خطا کیا ہے صواب

پھر بھی کچھ باقی رہی خال و خط گیسو کی مانگ
کیونکہ اگلے لوگ ابھی بھولے نہ تھے پچھلے کے خواب

گلشن ہستی پہ نام داغ آخر رہ گیا
بعد کو اس طرز کا بھی ہو گیا مسدود باب

اب جو شاعر رہ گئے ہیں ان کی ہے حالت عجیب
تین میں گنتی رہی ان کی نہ تیرہ میں حساب

ان کو ہے ذوق صحیح اشعار کا وہ بد نصیب
بارگاہ کس مپرسی میں ہوئے ہیں باریاب

عراقی نے کیا ہے قدردانی کو شکار
اس لئے ذوق سخن جل بھن گئے ہی خود ہی کباب

جذبہ و تاثیر و تخئیل و تلاش و فکر شعر
خود بخود گم کیوں نہوں جب ہو دماغ و دل خراب

زندگی ہے آدھی تیتر شاعری آدھی بٹیر
ہر محل ہیں نیم تر پائیں اگر شاعر خطاب

عظمت حالی کی شوخی داغ کی گھل مل گئی
یہ حلیم و حلوہ مل کر بن گیا نادر لعاب

روشنی کی کچھ جھلک کچھ ہے سیاہی کی چھاپ
کھل گیا ہو جس طرح ریش مخضب کا خضاب

اس سے ظاہر ہیں مذاق ملک کی نیرنگیاں
کس دو عملی میں گرفتار آج کل ہیں شیخ و شاب

دیکھئے پورب سے پچھم اور اتر سے دکن
سب کی ڈانواں ڈول نیت سب کی حالت ہے خراب

سب سے اب قطع نظر کیجے دکن کو دیکھئے
یہ ریاست سارے ہندوستان میں ہے انتخاب

یعنی ملک حیدرآباد دکن، رشک عدن
داغ و حالی سے کئی اکسیر یہاں سے فیضیاب

ہے قدامت سے دکن فیاضیوں میں مشتہر
ہن کبھی برسا کرتا تھا یہیں آکر سحاب

تھا ظہوری بھی نمک پروردہ ملک دکن
اور ظفر اس نے بھی پایا تھا یہیں آکر خطاب

نورس ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی کا تھا
ہے ظہوری کی نوا سنجی پر ادھنگ رباب

اس طرح کے غیر سرکاری تھے دو اک مدرسے — جن میں دیجاتی تھی تعلیم ریاضی و حساب
جب کہ بارہ سو بہتر میں کیا سرکار نے — ضیغۂ تعلیم قایم مدرسہ کا فتح باب
سب سے پہلے شہر میں کھولا گیا جو مدرسہ — وہ یہی ہے جس سے ہے سارا زمانہ فیضیاب
اس کا بانی کون ہے۔ نواب سر سالار جنگ — جس کو یورپ سے ملا بسمارک ثانی کا خطاب
نام نامی اس کا کیا رکھا گیا دار العلوم — کارنامے اس کے ہیں دنیا میں مثل آفتاب
سب سے پہلا مہتمم اس کا زماں خان شہید — جس کی رد مہدویہ ہے بہت اچھی کتاب
مولوی عبد اللہ و عبد الحلیم۔ احمد علی — مولوی حیدر علی عباس فرد لاجواب
راقم دولہ سناد الملک طوبی سے ادیب — سب یہاں دیتے تھے اپنے قلب میں درس کتاب
شہ وحید الدین احمد بھی تھے اس کے مہتمم — اس زمانے تک رہا ہے اور یہی اس کا نصاب
فارغ التحصیل ہیں اس عہد کے بھی سیکڑوں — سب نے ملکی خدمتیں انجام دی ہیں بیحساب
صوبہ دار و معتمد بھی ناظم و صدر المہام — رہ چکے۔ اس مدرسہ ہی میں کے اکثر کامیاب
اور عبد الحی فرنگی محلی جو مشہور ہیں — وہ بھی ہیں اس فیض گاہ عام ہی سے فیضیاب
مہتمم اس کے ہوے جب مولوی حاجی سعید — جو عماد الملک کے استاد تھے حکمت مآب
یہ ہوا وابستۂ پنجاب یونیورسٹی — مولوی منشی میں بھی لڑکے ہوے کچھ کامیاب
اس طرح اس مدرسہ پر گذرے ہیں چالیس سال — آگیا تھا اچھے پیمانہ پہ تعلیمی نصاب
جب سے مولانا الٰہی بخش اس خدمت پہ آئے — پائے ہیں اس مدرسے نے رونق عہد شباب
منشی عالم، مولوی عالم بنے لڑکے بہت — منشی فاضل مولوی فاضل ہیں نکلے کامیاب
اس سے پہلے کس نے ان درجوں کی پائی تھی سند — اس کے پہلے پائے تھے لڑکوں نے کب یہ خطاب
آپ سن تیرہ سو فصلی میں مدرس بنکر آئے — مہتمم دو سو سے رہے تا چار کم تنخواہ یاب
چار سے تا چھ ملی ہے، نصف تنخواہ آپ کو — چھ سے لے پوری پائی لیکن منصرم تھے انتخاب
مستقل سن آٹھ میں اس وقت سے اس وقت تک — چودہ اسی۔ ایک سو دسویں میں نکلے کامیاب
آٹھ سے تا پندرہ ہیں تین سو پچاس سے — مستند کل سات سو اکتیس لڑکے فیضیاب
جب کہ سن سولہ میں ٹوٹا سلسلہ پنجاب کا — مشورہ سے مولوی شبلی کے کچھ بدلا نصاب

چار سو چونتیس ہیں سے نکلے دو سو چار رہی — ہے یہ سن سترہ سے سن بائیس فصلی کا حساب
یعنی سن سترہ سے دو فصلی کے سن بائیس تک — شش صد و ہشتاد و سہ لڑکے سمجھو ہیں کامیاب
ساٹھ سالہ عمر اب اس مدرسہ کی ہوگئی — بیس سالہ یہ ہے پہلے کا نہیں ملتا حساب
اس زمانے میں جو نکلے ہیں یہاں سے نامور — لا نہیں سکتا ہے کوئی مدرسہ اس کا جواب
خدمت اعلیٰ پہ بھی پہنچے ہیں ذاتی سعی سے — دفتروں میں مدرسوں میں ہیں یہاں سے کامیاب
قومی خدمت کر رہے ہیں خدمت سرکار بھی — ایک اڈیٹر ایک کو ہے شوق تصنیف کتاب
کوئی ناظم کوئی ناظر ہے کوئی تحصیلدار — ہے تعلقدار کوئی کوئی دانائے حساب
بعض ان میں کے وزیران دکن کے پیشکار — منتظم ہے اصطلاح حال میں جن کا خطاب
کوئی استاد وزیر اعظم ملک دکن — کوئی سلطان دکن کا ہے ندیم بار یاب
ایسے ایسے طالب العلموں نے پایا جن سے فیض — ان کے اسمائے گرامی بھی ہیں مثل آفتاب
وہ وجیہہ الدین ریاضی دان و عون الدین ادیب — اور وہ رحمت علی خوش فکر نویس لا جواب
مولوی عباس عبد الحی غلام محی الدین — خواجہ شرف الدین، تاج الدین سادات انتساب
مصطفیٰ شاہ قادری۔ شہ مصطفیٰ لعبد القدیر — میر موسیٰ بیدل و شمسی و نسیم لاجواب
اور بھی ہیں یوں تو استادان علم و فن مگر — ذکر کے قابل ہیں دو ہر ایک فرد انتخاب
ایک تو علامہ سید نادر الدین استاد — دوسرا فاضل ادیب نکتہ رس ابن شہاب
ناز کر ہاں! اس نفوس قدسیہ پہ ناز کر — سچ کوئی دار العلوم ایسے ملے ہیں شیخ و شاب
تیرے وہ احکام وہ استاد وہ شاگرد ہیں — اس زمانہ میں کہیں ملتا نہیں جن کا جواب
کیا تعجب ہے اگر آنکھیں بچھاتے ہوں ملک — جس جگہ جس وقت ہوا ان کا ایاب ان کا ذہاب
آج تیری ساٹھ سالہ جوبلی کے جشن میں — کس مسرت سے ہوئے ہیں جمع سارے شیخ و شاب
تیری بوسیدہ عمارت کا نہیں ان کو خیال — کچھ نہیں پروا اگر ہے تیرا فرنیچر خراب
کچھ وظائف کی کمی کا بھی نہیں ان کو گلہ — کیا شکایت ہو اگر استاد کم تنخواہ یاب
فخر کے قابل ہے کوئی بات تو یہ بات ہے — آج تک پیدا کئے ہیں تو نے کتنے کامیاب
آج پھر کس شان سے وہ آ رہے ہیں مدرسے — تو بھی کہہ ان کے لئے طوبیٰ لھم حسن المآب

جمع ہیں حکام بھی استاد بھی شاگرد بھی
اور ہم نے کہہ دئے دیکھے تھے جو سچے خواب

اب رہی تعبیر ان خوابوں کی وہ ہم کیا کہیں
دیکھتے ہیں کیا دکھاتا ہے ہمارا انقلاب

جیسی جیسی پھیلتی جاتی ہے ہم میں روشنی
دیکھتے جاتے ہیں ہم راہِ خطا راہِ صواب

کاش ہو ہر شخص کو اپنی خطاؤں پر نظر
پھر نہ دنیا میں مصیبت ہو نہ عقبیٰ میں عذاب

جب خطاؤں پر نظر ہم ڈالتے ہیں سرسری
یہ مسرت، یہ خوشی، ہو جاتی ہے سب نقش آب

دیکھتے ہیں کیا اثر ہم پر ہوا تعلیم کا؟
کیا کیا ہے عالم و فاضل ہیں ہو کر کامیاب؟

پیاس اپنی جس سے بجھتی ہے وہ دریا دور ہے
اور ہم خوش ہو گئے ہیں جب دیکھ لیتے ہیں سراب

ہے ضرورت ہم کو اب کس قسم کی تعلیم کی؟
اور اپنی درسگاہوں میں ہے کیا جاری نصاب؟

باگ کن ہاتھوں میں ہے اس وقت تعلیمات کی؟
کس طرح رہنا ہے ہم کو انکے ہمراہِ رکاب؟

گر کریں انصاف سے ان مسئلوں کی چھان بین
اپنی سب کمزوریاں پیشِ نظر ہوں بے حجاب

سب سے پہلا سبب بیماری ہم پہ ہو جو اعتراض
وہ یہ ہے ہم میں نہیں ہے اتفاق و اقتراب

ہم اگر یکدل ہوں سب دشواریاں آسان ہیں
اپنے ہر مقصد میں ہوں اچھی طرح سے کامیاب

مدرسہ اپنا یہی بن جائے یونیورسٹی
سہل تر ہم پر ہو ہر علم و ہنر کا اکتساب

ہاں! مگر یہ یکدلی لائیں کہاں سے ہول کر؟
ہے اسی کے واسطے ہر زندہ دل کو اضطراب

زندہ دل ایسے ہیں کتنے؟ ان میں کتنی جان ہے
آتشِ خاموش میں آئے کہاں سے التہاب؟

جوش ہوتا ہے تو خون اپنا ہی پی لیتے ہیں ہم
آگ لگتی ہے تو دل جل بھن کے ہوتا ہے کباب

یکدلی کی التجا کس سے کریں کیونکر کریں
ہو گئی مفقود جب تاثیرِ جذب و انجذاب

چند بے مایہ ہوں یکدل بھی تو ان سے کیا امید
کھیل سب پیسے کے ہیں افلاس کا خانہ خراب

اس سرے سے اس سرے تک ملک میں ہے مردگی
ٹس سے مس ہوتے نظر آتے نہیں ہیں شیخ و شاب

سب سمجھتے تھے غرض تعلیم سے ہے نوکری
لڑتے تھے کہہ کہہ کے ہم یہ اور وہ یہ کامیاب

اب یہ دُھن ہے بے سفارش نوکری ملتی نہیں
فائدہ پڑھنے سے کیا ہے بند کر دی ہے کتاب

مارے مارے پھرتے ہیں سعیِ سفارش کیلئے
دوڑتے دوڑتے جاتے ہیں ایک ایک کے گھر بے حجاب

وقت ضائع افسروں کا پڑھتے پڑھتے عرضیاں
لکھتے لکھتے چٹھیاں اوقات امیروں کی خراب

ایسے ہیں تعلیم ناقص کے نتائج شنیع — کیا گنائیں عیب ہم اپنے کہ ہیں وہ بےحساب
جب نہیں سنتے ہیں ہم حکم خدا فرمان شرع — کون سنتا ہے ہماری بات اگر ہو لاجواب
اس لئے جو دل میں ہے وہ لب تک آ سکتی نہیں — چپ رہو کیفی یہاں تک اب کب تک پیچ و تاب
قوم کی اصلاح پیچھے پہلے ہو اصلاحِ نفس — ہم برے ہوں تو نظر آئیں گے ہم کو سب خراب
یہ زمانہ بھی غنیمت ہے غنیمت ہیں یہ لوگ — آ گئے آگے پھر خدا معلوم کیا ہو انقلاب
شاہِ عادل میر عثمان علیخاں کا ہے عہد — امن و آسائش ترقی کے ہیں وا ہر سمت باب
اُس کے اوصافِ نکو عالم میں ہیں ضرب المثل — رائے و عزم و عمل و دانش رعب و داب و احتساب
پھر وزیر سلطنت اس وقت ہیں سالار جنگ — جن کا عہدہ کی طرح سے ہے یہ آبائی خطاب
جب وزیر صیغۂ تعلیم فخر الملک ہوں — پھر نہ ہو کیونکر ہمیں امیدِ اصلاحِ نصاب
معتمد اس صیغۂ تعلیم کے ہیں حیدری — پھر نظامت پر لطیفی کا کیا ہے انتخاب
ہیں حمید الدین صاحب صدر اے دار العلوم! — جو علوم مغرب و مشرق میں بھی ہیں کامیاب
دیکھ طوطی بولتا ہے اب زمانہ میں ترا — دیکھ اب قسمت چمک جاتی ہے مثل آفتاب
تیری بہبودی اُدھر سرکار کے مدِ نظر — اور اِدھر حامی ہیں جو تجھ سے ہوئے ہیں فیضیاب
ہم مبارکباد دیتے ہیں تجھے دار العلوم! — جوبلی پر جوبلی ہو تیری تا یوم الحساب
تیرے سر سہرا رہے تعلیمِ دینیات کا — گلشنِ عالم میں بو دیتا ہے جب تک گلاب
تجھ سے پھیلیں بزمِ عالم میں علومِ دنیوی — خوشۂ انگور سے جس وقت تک نکلے شراب
تیرے سایہ میں پھلیں پھولیں ہمارے نونہال — زور بخشِ نامیہ جب تک رہے دُنیا میں آب
تو بھی ہو مقبول، میری نظم بھی مقبول ہو — تا رہے دنیا میں تاثیرِ دعائے مستجاب
نظم کی یہ نظم ہے تاریخ کی تاریخ ہے — واقعات و شاعری کا بھی ہے کچھ لُبِ لباب
داد اپنی شاعری کی آپ ہی دیتا ہوں میں — جس طرح ہے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
میری ہے یہ التجا خذ ما صفا دع ما کدر — قول حاسد کا یہ ہے یا لیتنی کنت تراب
سچ اگر پوچھو تو ہیں میرے پراگندہ خیال — ہو گیا ہے مجھ سے جرمِ شاعری کا ارتکاب
عفو ہوں میری خطائیں لفظی و ہم معنوی — اپنی بے علمی کا آخر ہے مجھے خود اعتراف

نظم یہ گرمیٔ محفل کے لئے لکھی نہیں
معترض کوئی اگر ہو تو ہے یہ اس کا جواب
مختصر یہ ہے کہ جیسا حال ویسا قال ہے
من چہ گویم ہم سخن واللہ اعلم بالصواب

(مطبوعہ پمفلٹ)

تاروں بھری رات

جو حسب فرمائش سکریٹری صاحب شعبۂ تعلیم نسواں علیگڈھ لڑکیوں کیلئے لکھی گئی۔

یہ تاروں بھری رات کا کیا سماں ہے — سہانا سہانا تمام آسماں ہے
ہے جس طرح انساں سے عزت زمیں کی — ستاروں سے عزت ہے چرخ بریں کی
یہ قدرت خدا کی ہے حکمت خدا کی — کہ تارے کریں رہبری ناخدا کی
کروروں ہیں اربوں ہیں ہنگوں تارے — عجب جگمگاتے ہیں سارے کے سارے
کوئی خوب روشن ہے کوئی ہے مدھم — کسی میں سو لہے کسی میں ضیا ہے
ہے اس رات میں جن کے دم کا اجالا — خیال انکی نسبت ہیں لوگوں کے کیا کیا
عرب جاہلیت کے تھے جو اناڑی — انہیں کہتے تھے بیٹیاں ہیں خدا کی
جنہیں بھا گئی یہ چمکدار ہستی — وہ کرنے لگے ہیں ستارہ پرستی
کسی کو پسند آگئی چال ان کی — لگے کرنے جانچ اور پڑتال ان کی
نصیبوں کی گردش ستاروں کا چکر — نجومی بنے جان کر علم اختر
کسی نے لگایا پتہ جستجو سے — یہ ثابت کیا علم ہیئت کی رو سے
کہ سات آسماں اور ہیں برج بارا — جدا نام رکھتا ہے اِک اِک ستارا
ہیں سیارے سات اور باقی ثوابت — اصول تمدن ہیں جن سے نوابت
عطارد، زحل، مشتری، زہرہ، مریخ — مہ و مہر وابستہ ہے ان سے تاریخ
بڑا ان سبھوں میں ہے، مہر منور — جو غائب نگاہوں سے رہتا ہے شب بھر
تو اس وقت وہ ہے نہ مہ اس کا نائب — جو وہ ہوں تو ہو نور تاروں کا غائب
بنات النعش اور عقد ثریا — سہیل و سہا اور کیا جانے کیا کیا

فلک پر جو چمکے ہیں سارے ستارے ۔۔۔ تو سمجھے ہیں کچھ اور شاعر ہمارے
کبھی چشم سمجھے کبھی خال سمجھے ۔۔۔ کبھی ان سے اپنا برا حال سمجھے
کوئی کچھ بھی سمجھے مگر بات یہ ہے
ہماری تو تاروں بھری رات یہ ہے

نغمۂ ابتہاج

حضرت غفراں مکاں سلطان دکن کے جشن سالگرہ کی تقریب میں اقبال کلب حیدرآباد کے جلسۂ سالانہ میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

مرحبا اے قدردانیٔ زمانِ ابتہاج ۔۔۔ لوحش اللہ دے رہے پابندیٔ رسم و رواج
قدرِ وقتِ شادمانی کوئی ہم سے سیکھ لے ۔۔۔ کس طرح بے کھٹکے اپنے گھر میں ہم کرتے ہیں راج
مینھ برستا ہے گھٹا چھائی ہے ساقی الحذر ۔۔۔ رُو درو سی گھر تک آجاتی ہے خوشبوئے اتر
کام جو ہونے کے ہیں ہوتے ہیں اپنے وقت پر ۔۔۔ نیک و بد کا امتیاز اک عارضہ ہے لا علاج
مالِ لاوارث جو ہاتھ آیا فتوحِ غیب ہے ۔۔۔ جو زبردستی کسی سے لے لیا وہ ہے خراج
ہم سے بڑھ کر عدل گستر بندہ پرور کون ہے ۔۔۔ رکھ دیا محمود کے سر پر اگر احمد کا تاج
ہیں نہ یہاں موافق اپنے ایسے پُر کج ۔۔۔ باتوں باتوں میں بنا دیں پالکی شاخ و باج
وہ ترقی کی ترنگیں ہیں نگاہِ ناز میں ۔۔۔ دیکھ لیں جامِ سفالی تو نظر آئے زجاج
ہم ہیں وہ عالی دماغ ایسے ہیں ہم روشن خیال ۔۔۔ کرمکِ شب تاب کو سمجھیں چراغِ شب سراج

وقتِ فرصت اپنا صرفِ عیش و عشرت ہے ۔۔۔ قحط اپنے کشور پر امسال کا آیا ہے آج
اللہ اللہ رے ہجوم ساز و سامانِ سرور ۔۔۔ آفریں صد آفریں اے ازدہامِ ابتہاج
جب نہ ہو فرصت طہارت کی نماز کیا پڑھیں ۔۔۔ رات دن پڑتے ہیں لاکھوں اپنے سر کام کاج
روزہ بے شک فرض ہے سنتے ہیں لیکن کیا کریں ۔۔۔ دیکھتے ہی جیا نہ ہو جاتا ہے دل بیتاب آج
بیڑیاں سگریٹ چٹے راہ میں پیتے ہیں ہم ۔۔۔ جب خدا کی نہی نہیں چوری تو کیا بندوں کی لاج

بندوں میں پھر خاص وہ بندے مسلمان معزز دار
ورنہ غیر اقوام کی ہم ریل میں رکھتے ہیں لاج

کیونکہ ہے وہ حکم حاکم اور ہے یہ حکم شرع
حکم تو اس کا ہے نافذ ہند میں ہے جس کا راج

شرع میں گو حکم اپنے صائم کی حرمت کا مگر
فی زمانہ اس کی پابندی کی ہے کیا احتیاج

اپنا مذہب ہے وہی اپنی شریعت ہے وہی
حکم جو قانون دے جو بات پا جائے رواج

فاقہ بدمستوں کو ساقی عیش ہی درکار ہے
مے تو مستی ہے اگر ہنگامہ ہی ہو نے دوناج

محتسب مفتی و قاضی اپنے ہم مشرب ہیں سب
خاکِ پاک عیش سے سب کا ہوا ہے امتزاج

چپے چپے رہے حامل عشرت ہمنوا بنگی
ہو گئی آسان مشکل ہو کے رسم ازدواج

گھٹ گئی قومی حرارت سرد مہری سے مگر
ہو گیا ہے معتدل کیا کفر و ایمان کا مزاج

حکم دیں بالائے طاق عیش و عشرت زیر عشق
جب سمجھ ہی ہو گئی الٹی تو اس کا کیا علاج

ہم کو کیا کرنا ہے ہم کیا کر رہے ہیں آج کل
کس طرح پہلو بچا کر کر سکیں ہم انحراج

پوری آزادی اگر ہے تو ہے مذہب میں ہمیں
ورنہ ہر اک قاعدے میں ہیں گرفتار رواج

عاقبت اندیشیاں دھمکا رہی ہیں بار بار
ورنہ اس اجمال کی تفصیل پاتی اندراج

چپ رہو **کیفی** تمہیں کہنا جو تھا تم کہہ چکے
کچھ ہمیں بھی کہنے دو ہے جلسۂ میلاد آج

(صحیفہ نمبر ۲ جلد ۴)

واردات عشق

وہ جدا ہو گئے دن ڈوب گیا رات آئی
پھر وہی ہم ہیں وہی غم ہے وہی تنہائی

کبھی ہے قصد کہ بس ترک تعلق کیجئے
کب تلک آخر یہ ملامت کشی و رسوائی

کبھی آتا ہے خیال اس کو بھی رسوا کیجئے
کہ ہمیں بھی وہ ذرا یاد رکھے ہرجائی

کبھی یہ وہم کہ شاید وہ ہمارا ہو جائے
چھوڑ دے اب سے وہ سب شیخی سری خود رائی

کبھی آتا ہے خیال اس کے بھی احسانوں کا
کہ کیا لطف بھی با ایں ہمہ بے پروائی

سرکشی سے ہی کبھی ہم سے وہ ملتا تو رہا
بے رخی سے ہی سہی شکل نظر تو آئی

گو خفا گوش رہا پھر بھی ہم آغوش رہا
قائل قدر ہے او شوخ [illegible]

نہ ترے وصل میں آرام نہ فرقت میں چین
یہ گلا کس سے کہ کیوں تجھ پہ طبیعت آئی

ہاں نہ کرتی تھی محبت مگر افسوس کہ کی
ہاں نہ آئی تھی طبیعت مگر اپنی آئی

ہاں خطا اپنی قصور اپنا ہے تقصیر اپنی
جو کیا ہم نے سزا اس سے ہی دگنی پائی

اپنے نظروں میں ذلیل اور سبکی نظروں میں حقیر
ساتھ ذلت کے محبت میں ہوئی رسوائی

سنتے آئے ہیں محبت میں ہے رسوائی بھی
اس سے کچھ پاتا ہے تسکین دلِ شیدائی

طعن و تشنیع کے اندیشے تو مٹ جاتے ہیں
یعنی بدگویوں سے ہو جاتی ہے بے پروائی

ہم تو طے کر چکے یہ منزلِ دشوار گزار
دل شکن طعنوں سے اب ہوتی ہے دل افزائی

حوصلے عشق کے ہوتے ہیں بلند اور سوا
عہدِ پیری میں بھی آجاتی ہے پھر برنائی

ضد سے وہ کرتے ہیں جس کا نہ کبھی دھیان آئے
جانتے ہیں کہ نیا رنگ محبت لائی

سب سے نفرت کا نتیجہ ہے کہ چاہیں اسکو
اور چاہیں بھی تو اس طرح کہ پہلی چھائی

دیکھ کر چاہ کا غلبہ اُسے ہوتا ہے غرور
شکل وہ بنتی ہیں زیبائی و نازیبائی

پیار آتا ہے کبھی عار بھی آتی ہے کبھی
کہ دل آنے سے ہی پہلے نہ ہمیں موت آئی

تابکے صدمۂ روحانی و غیرت سوزی
تا کجا منت و تا چند جبیں فرسائی

نہ محبت نہ مروت ہے نہ آداب اخلاق
بات وہ بات ہے جو اسکی سمجھ میں آئی

اُف رے بیدرد تری کس سے شکایت کیجے
کہ ہے بیکار یہاں دادگری دارائی

خدمتِ عاشقِ صادق کی نہ دی داد کبھی
اور فریاد و فغاں کی نہ ہوئی شنوائی

عاجزی پر ہے توجہ نہ خوشامد پہ نظر
نام کیا عجب و تکبر کا ہے دل آرائی

کیا نہیں آتے ہیں اس طرح کے برتاؤ ہمیں
ہم بھی کر سکتے ہیں اس طرح کی بے پروائی

اک زلیخا ہی نہ تھی عاشق معشوق آزار
دی ہے خالق نے ہمیں اس سے سوا دانائی

لیکن اپنا یہ طریقہ ہے نہ شیوہ نہ شعار
بندۂ عشق کو زیبا نہیں شاہنشاہی

دعوئے عشق بھی پھر اتنی حکومت کیا خوب
یہ غلط فہمی ہے کہتے ہیں اسے کجرائی

اے وہ معشوق ہے یا آپ کا فرمانبردار
حضرتِ دل بھی عجب طرح کے ہیں سودائی

اس کا جی چاہا ملا اور نہ چاہا نہ ملا
اٹھ گیا اس کی طبیعت جو ذرا گھبرائی

چھوڑ کر سب کو جو دن رات رہے آ پہنچے ہاں
یہ بھی کچھ بات ہے بس رہنے دو یہ چترائی

وہ گیا جانے دو دن ڈوب گیا ڈوبنے دو
غم کی کیا بات ہے آنے دو اگر شام آئی

دن جو ڈوبا ہے تو پھر نکلے گا انشاءاللہ
سو رہو اب کہ بڑی رات گئی نیند آئی

جانے والے نے پھر آنے کا کیا ہے وعدہ
بس یہی کافی ہے دلسوز شب تنہائی

یہ تو سب سننے کی باتیں ہیں غلط ہوں کہ صحیح
مگر اس دل کو کروں کیا کہ ہے یہ سودائی

نہیں سنتا کوئی برہان نہ حجت نہ دلیل
رائی کو کوہ کبھی کوہ کو کہہ دے رائی

کبھی یہ بخل دل اس شوخ سے اس لیلو
کبھی جان اپنی فدا کرنے میں حاتم طائی

کبھی یہ زور کہ اب سے نہ ملیں گے اس سے
کبھی یہ شور کہ لے اس کے لیے اب موت آئی

ہے عجب طرح کی یہ کشمکش یاس و امید
کیفیت کیا ہے یہ اب تک نہ سمجھ میں آئی

متفرقات

تضمین بر غزل استاد داغ

پھرتی ہے آنکھوں میں ہر طرز مروت تیری
بھولے جاتی نہیں دل سے مرے فرقت تیری
یاد ہے یاد ہے ایک ایک عنایت تیری
کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری

نہ بہلنا تھا نہ بہلا کبھی سن کر دف و نے
نہ سنبھلنا تھا نہ سنبھلا کبھی پی کر خم مے
تری تسکین و تسلی کی رہی کونسی شے
اب ترا اے دل بیتاب خدا حافظ ہے
کر چکے ہم تو محبت میں حفاظت تیری

حسن، یہ سب ہے سوا عشق ہے اس سے سوا
تجھ سے وہ چھپ سکا مجھ سے بھی یہ چھپ سکا

مجھ سے تو، اور نہ مخلوق سے ہیں بے پڑا دیکھئے کرتی ہے رسوائے زمانہ کیا کیا
مجھ کو یہ چاہ مری تجھ پہ ہے صورت تیری

چھٹ گیا اُن سے مرا ساتھ تو یوں پوچھتے ہیں ہوتی ہے اب جو ملاقات تو یوں پوچھتے ہیں
میں ملاتا بھی ہوں گر ہاتھ تو یوں پوچھتے ہیں پوچھتے ہیں وہ مری بات تو یوں پوچھتے ہیں
کہتے ہیں کون ہے تو کیا ہے حقیقت تیری

وہ ترا اپنی خطاؤں پہ نہ ہونا نادم وہ مرا آپ ہی اپنے کو بنانا ملزم
کبھی یہ دشمن کہ بنائیں گے تجھی کو حاکم یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

بھول سکتا نہیں تا حشر کوئی دن کوئی رات کہ تری یاد میں گزری ہے جو گزری اوقات
سچ ہے دنیا نہیں دنیا میں کسی کا کوئی سات عدم آباد کو جاتے ہیں بشر خالی ہات
مجھ کو ہے ناز کہ لیجاؤں گا حسرت تیری

پوچھنی چاہئے جو بات وہ کب پوچھتے ہیں دوست احباب مرے غم کا سبب پوچھتے ہیں
جو بتاتے ہیں نہ مجھ سے کوئی ڈھب پوچھتے ہیں یار غمخوار مرے حال کو سب پوچھتے ہیں
اور پھر پوچھ کے سب کہتے ہیں قسمت تیری

پہلے کیفی جو پریشان کبھی ہوتا تھا دماغ سوئے صحرا کبھی جاتے تھے کبھی جانب باغ
اب یہ حالت ہے کہیں بھی نہیں ملتا ہی فراغ کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ
دیکھئے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

نیا ارمان ہوتا تھا نئی امید ہوتی تھی عجب دن تھے کہ اپنی عید اپنی عید ہوتی تھی
پیالے کورے کورے گورے گورے ہاتھ ساقی کے ہماری بزم رشکِ محفلِ جمشید ہوتی تھی
وہی دن آج بھی ہے جس کی ہم خوشیاں مناتے ہیں ہماری عید کیا وہ تو تمہاری دید ہوتی تھی
کبھی تو شوق بڑھ بڑھ کے گلے ملنا سکھاتا تھا کبھی کچھ شرم دامنگیر کی تاکید ہوتی تھی
یہ حسن و عشق تھے جس وقت تک دنیا میں عزت سے مری رسمِ وفا بھی قابل تقلید ہوتی تھی

ہمیں وہ خط لکھا کرتے تھے پہلے کس تکلف سے — بڑا القاب ہوتا تھا بڑی تمہید ہوتی تھی
وہی کہنا پڑا غیروں کو آخر ہم جو کہتے تھے — ہمارے قول کی اول بڑی تردید ہوتی تھی
برا ہو بدگمانی کا الٰہی کیا زمانہ تھا — کہ اک اک بات کی سو سو طرح تنقید ہوتی تھی
پڑے رہتے تھے یکسر مست ہم قدموں پہ ساقی کے — کہاں کی عید کیسی عید کس کی عید ہوتی تھی
زبردستی خفا ہوتا ترا بے چین کرتا تھا — کبھی تو یاس ہوتی تھی کبھی امید ہوتی تھی

ادب سے شوق پابوسی۔ جھجکتا تھا مگر کیفی
کسی کے مسکرانے سے بڑی تائید ہوتی تھی

مر جائیں زہر اے ستم ایجاد کھا کے ہم — کب تک جئیں غم دل ناشاد کھا کے ہم
سمجھے نہ اس شراب سے بجھتی نہیں ہے پیاس — خوش ہیں فریب عالم ایجاد کھا کے ہم
ہر ایک کو کھلائیں گے ہم ان سے گالیاں — ڈالیں گے ایسے کھانے کی بنیاد کھا کے ہم
محروم وصل تو نہ ہوں گمنام ہوں تو ہوں — مشہور ہوں نہ تیشۂ فرہاد کھا کے ہم
مجنوں کی طرح ایک ہی بن میں پھنسے رہے — سنبھلے نہ تازیانۂ استاد کھا کے ہم
رنگیں بیان واعظ مغرور سن چکے — آئے ہوائے گلشن شداد کھا کے ہم
مجبوریاں ہیں ورنہ کبھی چپ نہیں رہے — جھڑکی کسی کی اے ستم ایجاد کھا کے ہم
ہستی کہاں ہے اتنی کہ توڑیں ہزار بار — سوگند جان عاشق ناشاد کھا کے ہم
اے کاش جانتے کہ ہے دھوکا یہ سادگی — ہوتے تری ہوا میں نہ برباد کھا کے ہم
تاثیر اور روانشہ کم سن مے کی کیا کہیں — قید جہاں سے ہو گئے آزاد کھا کے ہم
ہم تو تمہاری تیغ ادا کے قتیل ہیں — مرتے ہیں زخم خنجر فولاد کھا کے ہم
سائل کو سیر نعمت دیدار سے تو کر — ہاں عمر بھر کریں گے تجھے یاد کھا کے ہم
اب ایک چپ میں اپنی ہی سو صوت فغاں — بیٹھے ہیں منع نالہ و فریاد کھا کے ہم
شکوہ ہو کیا دغا ہے گلو گیر درد دل — رہ رہ گئے ہیں کاوش بیداد کھا کے ہم
کس کو نصیب اس لب نازک کی گالیاں — کھاتے ہیں اور بھی ہو جو ارشاد کھا کے ہم

ٹکڑے کریں گے اور دلِ لخت لخت کے
کاٹیں گے قیدِ عمر کی میعاد کھا کے ہم

تیلی قفس کی بند رہے یا کھلی رہے
اڑ جائیں گے نہ دانۂ صیاد کھا کے ہم

پھر ہم وہی گلی ہے وہی قصد تو یہ تھا
ٹھوکر نہ کھائیں اے ستم ایجاد کھا کے ہم

ہمسا بھی سخت جان ہوا ہے نہ کوئی ہو
گرہ
جیتے ہیں داغِ فرقتِ استاد کھا کے ہم

کیفی کہیں گے بادۂ اطہر کی کیفیت
پلٹیں جو دعوتِ عدم آباد کھا کے ہم

اے دیدۂ تر پارۂ دل لختِ جگر مانگ
قسمت میں گدائی ہے ادھر اور ادھر مانگ

فریاد میں تاثیر نہ آہوں میں اثر مانگ
اللہ سے کچھ اور نہ جز حسنِ نظر مانگ

فولاد کا دل گردۂ نہ پتھر کا جگر مانگ
ہے مانگ ہی مقصد تو محبت سے خدا مانگ

حیرت کے تماشے کی اگر سیر ہے منظور
دو دن کے لئے رہنے کو آئینہ سے گھر مانگ

خواہش نہ رہے دل میں سپید اور سیہ کی
اے مانگنے والے یہ دعا شام و سحر مانگ

اک دل کے لئے اتنی اداؤں کی ضرورت
جی چاہے تو ہم سے یونہیں اے شعبدہ گر مانگ

بے ذوقِ نظر حسن کی کیا قدر ہو زاہد
اللہ سے گر حور تو ہم سے بھی نظر مانگ

اب تو کبھی آنچل کو بھی رہنے نہیں دیتی
اللہ رے غرور اتنی چڑھی ہے ترے سر مانگ

سر اپنا ہتیلی پہ لئے جاتے ہیں کیفی
بازارِ محبت میں وفا کی ہے مگر مانگ

عہدِ پیری میں جو مل جاتے ہیں یارانِ شباب
یاد کس حسرت سے آ جاتے ہیں سامانِ شباب

جو سمائی وہ سمائی جی میں جو آیا کیا
ہائے کیا دن تھے کہ ہم تھے اور عنوانِ شباب

سر میں سودا دل میں جوش آنکھوں میں مستی چھائے
لب پہ شعرِ عاشقانہ ہائے دورانِ شباب

کوچہ گردی شب نوردی تازگی آوارگی
آشکارا جوشِ مستی عشق پنہانِ شباب

رہزنانِ حسن سے تاراج دولتمند عقل — قہرمانِ عشق سے مغلوبِ سلطانِ شباب
اک خیالِ ضعفِ پیری مایۂ صد دردِ سر — لاکھ دل جمعی نہ اک خوابِ پریشانِ شباب
رنگ و بوئے نوگلِ خندانِ جوانی پر نثار — غنچہ و گل ہائے رنگا رنگ قربانِ شباب
اب جگہ چھٹتی نہیں کوئی جگہ چھٹتی نہ تھی — پیشیغی کی ہے منت تھا وہ احسانِ شباب
چھوٹ کر اس قید سے اک دن نہ پچھتاتا تھے — یاد رکھیں تو گرفتارانِ زندانِ شباب
ایک دل وہ بھی تو اپنا تھا کہ ہم تھے تو جوں — ایک دل یہ بھی ہے اپنا اور پایانِ شباب

کیسے کیسے دوستوں کے داغ کیفی دل میں ہیں
ہائے وہ ہم اور وہ جلسے وہ یارانِ شباب

کس قیامت کی ہے بارش یہ کیا آفت جھڑی — ابر کھلتا ہے نہ تھمتی ہے کوئی ساعت جھڑی
دل دکھا آنسو نکل آئے پلکیں کیوں جھڑیں — یا الٰہی عین بارش میں یہ کیسی بیت جھڑی
میرے دل کا حال کوئی تجھ سے کیونکر کہہ سکے — آنکھ کا حال ابر ہوئے اشک کی حالت جھڑی
عاشقِ مہجور کے آنسو نہ پانی پھیر دیں — کیوں لگی ہے آج یہ ہنگامۂ قسمت جھڑی
پے ترے دل کو مرے برباتی ہے ایک ایک بوند — ورنہ کیا کہئے کہ کیا کرتی تھی کیفیت جھڑی
خوب جھاڑا میکشوں نے شیخ صاحب آپ کو — گردِ کلفت پھر بھی دامن سے نہ اے حضرت جھڑی
چھیڑ کر اس کو کوئی بے طور صلواتیں سنے — پھول منہ سے جھڑتے ہیں ایسے جیسے بیت جھڑی

کون اس برسات میں آتا ہے کیسا انتظار
سو رہو کیفی کہ آدھی رات کی نوبت جھڑی

زمانہ میں اگر اک آدمی بھی تجھ سا حسیں ہوتا — کوئی عاشق ترا ظالم سوا میرے نہیں ہوتا
محبت کی انہیں ہے قدر گر اتنا یقیں ہوتا — تو لاکھوں ظلم سہہ کر بھی نہ میں اندوہ گیں ہوتا
[illegible] — اگر تم مر سے [illegible] ہو جائے تو کیا کچھ نہیں ہوتا

یہاں تک طول حسن و عشق کا جھگڑا نہیں ہوتا
اگر تم چاہتے تو فیصلا اس کا وہیں ہوتا

داغ حسن سے دل کو کیا ہے خاک کا پیوند
وہ بالائے فلک ہوتا نہ یہ زیر زمیں ہوتا

چمن میں انجمن میں سیرگاہوں میں لگا ہوتیں
وہ بے پردہ ستم آرا ہمیرا ہوتا کہیں ہوتا

بہت بھولے پنے دل سے ہوتے تھے تو روتے تھے
مگر افسوس ہے اب ہم سے اتنا بھی نہیں ہوتا

وہ جب پہلو میں تھا تو دل میں رکھ لینے کا ارماں تھا
یہ حسرت اب ہے میرا دل نشیں پہلو نشیں ہوتا

سر تسلیم خم تھا ہم بھی کچھ منہ سے نہ بولے تھے
ادھر بھی وار تیرا وہ نگاہ شرمگیں ہوتا

ہم اپنے دل ہی دل میں درد دل کی داد دے لیتے
نہ کوئی ہم خیال اپنا نہ کوئی ہم نشیں ہوتا

زبردستی تمھارے حسن نے سکہ بٹھایا ہے
نہ دل ہوتا نہ العاشق میر النقش نگیں ہوتا

اگر دامان شکیب اپنا دراز اتنا نہ تھا ورنہ
گریباں کا گریباں آستیں کی آستیں ہوتا

کرشمے ہیں یہ بار عشق و آب حسن کے ورنہ
نہ خم پشت فلک ہوتی نہ تر روئے زمیں ہوتا

وہ مجھ سے شکوۂ درد جدائی سن کے کہتے ہیں
قلق ہم کو بھی ہوتا ہے مگر اتنا نہیں ہوتا

شکایت کس طرح سے کرتے ہیں معشوق پر عاشق
دکھاتے ہم بھی دنیا میں اگر ایسا کہیں ہوتا

نہ ہوتا اس طرح **کیفی** سراسیمہ پراگندہ
اگر کمبخت کو کچھ بھی خیال کفر و دیں ہوتا

ناز شوخی سے سوا شوخی سوا ہے ناز سے
کونسا انداز کم ہے، کون سے انداز سے

ہم یہ کہتے ہیں کوئی واقف نہ ہو اس راز سے
دل کی بیجا خامشی کہہ دیتی ہے آواز سے

پوچھتا ہے کوئی کس حسرت بھری آواز سے
کون ہوگا یہ تمہیں پہچان لو انداز سے

شوخیاں کرتا ہے محفل میں عجب انداز سے
ہیں کبھی آہستہ کچھ تو وہ کہے آواز سے

وہ کبھی دن آئیں بلائے وہ نہیں اعزاز سے
ہم کہیں فرصت نہیں، وہ پھر اسی انداز سے

دل دکھے جس بات سے میرا وہی کہتا ہے تو
ہے بتر سے ہمراز کی سازش ہمارے ہمراز سے

مارتی بھی ہے جلاتی بھی ہے تیری چشم شوخ
یہ کرشمہ ہی جدا ہے سحر سے اعجاز سے

چھوٹ کر قید قفس سے شاخ گل پر بیٹھتے
تھی امید اتنی نہ ہم کو طاقت پرواز سے

تم ملو جھک کر نہ اٹھکر ہاں مگر دل سے ملو
قدر عاشق دل سے ہے یا ظاہری اعزاز سے

کر نہ یوں انکار میری عرض پر دیکھ اس طرف
کہتی ہے چشم سخن گو کچھ دبی آواز سے

کوئی ہوگا وہ جو نیرنگ فلک سے سہم جائے
ہم نہیں ڈرتے ہیں ایسے افترا پرداز سے

دل کسی پر کس طرح آیا کسی سے کیا کہیں
خود ہمیں واقف نہیں ہیں ابتک اپنے راز سے

کوئی دل ٹوٹا ہوا ملجائے تو اس سے سنو
آتی ہیں کیا کیا صدائیں ساز بے آواز سے

یاالٰہی درد دل میں ہے تو کیوں ظاہر ہو وہ
ہم نظر آتے ہیں ناحق نارواناساز سے

جرعہ کش حافظ کا ہوں کیفی دکن میں ہوں تو کیا
کھنچکے میرے جام میں آتی ہے مے شیراز سے

حضرت کیفی سے ملکر آج ہم سمجھے کچھ اور
ورنہ سمجھے تھے کہ ہیں اک رند شاہد باز سے

برق میں آ نہیں سکتا ہے تڑپنا اپنا
دین اللہ کی یہ رنگت ہے اپنا اپنا

یاد آتے ہیں وہ بھروپ تری فرقت کے
سبحہ خوانی کبھی مالا کبھی جپنا اپنا

جو بسے من میں وہ سپنے میں دسے کہتے ہیں
ہائے ایسا بھی تو کوئی نہیں سپنا اپنا

نہ سہی وہ نہ سہی دل بھی تو قابو میں نہیں
کیا پرائے سے گلا جب نہیں اپنا اپنا

دیکھتے ہم بھی ہیں پیچ اونچ مگر موند کے آنکھ
سب جسے کہتے ہیں ہونا وہ ہی سپنا اپنا

اس سے کچھ بڑھکے نہ نکلو تو چاہو ہم ہارے
قد کسی روز قیامت سے بھی نپنا اپنا

تیرے عاشق بھی تو کچھ کم نہیں معشوقوں سے
سخت دشوار ہے ایسوں میں پنپنا اپنا

فقرے کس کس کے وزرا اور انہیں کھلجانے دو
رنگ لائیگا پھر اس بزم میں چھپنا اپنا

دیکھ سکتا ہے بھلا ساقی کوثر کیفی
چلچلاتی ہوئی اس دھوپ میں تپنا اپنا

رباعیات

ہے مد نظر جس کو رعایا کی فلاح
وہ کون ہے ہم رتبہ جم آصفجاہؒ
سلطان گدا پرور و عادل باذل
عثمان علی شاہ دکن ظل اللہ

اہل اسلام کا ہے ملجا۔ مامن۔
چپہ چپہ اس کا ہے گلشن گلشن
قائم دائم رہے الٰہی۔ یہ شہر
رشک فردوس۔ حیدرآباد دکن

وہ اب کیا خاک آئے ہائے قسمت میں تو رونا تھا
تجھے دے ابر رحمت آج ہی آنسو بہانا تھا
کیسی ہے بے چینی کیسا ہے تڑپنا ہے تیرا رونا
کچھ کہہ تو سہی اے دل آخر تجھے کیا ہونا

کس منہ سے کریں شکوے اس ظالم بدخو کے
معشوق بنا ہیں سچ ہے کہ ہمیں ہو کے
یہ کیسی چھیڑ ہے یہ ہر گھڑی کی دل لگی کیسی
طبیعت آدمی کی ہو کبھی کیسی کبھی کیسی

میں کسی کام کے قابل تو نہیں تھا کیفی
ہاں مگر دیدۂ عبرت کے بہت کام آیا

قطعات تاریخ وفات

مولوی احمد سعید صاحب حامد حضرت کیفی مرحوم کے بہت اچھے شاگردوں میں ہیں۔ قومی مجالس میں آپکی اخلاقی و تاریخی نظمیں خاص اثر پیدا کرتی ہیں اور اس تقریب سے آپ پبلک شاعر کہے جا سکتے ہیں۔ استاد کیفی کی وفات پر آپ نے تین زبانوں میں تاریخیں لکھی ہیں۔ ہماری درخواست پر آپ نے تینوں تاریخیں عطا فرمائی ہیں جنکو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

تاریخ عربی

مات کیفی مسافراً
نغص الموت غربتہ
قال حامد مورخا
نور اللہ تربتہ

۱۳۲۹ ف

فارسی

کیفی جادو بیاں کرد چو عزم جناں — گشت ہوائے خزاں دشمن باغ سخن
حامد شیریں دہن گفت پئے سال او — رفت ز بزم سخن۔ آہ چراغ سخن

۱۹۱۹ء

اردو

وہ ضیا شمع رخ خواجہ اجمیر میں تھی — مثل پروانہ فدا ہو گئی ذات کیفی
سال رحلت کا جو حامد نے کہا خوب کہا — حب خواجہ ہو گیا وجہ وفات کیفی

قطعہ یاد استاد

مولوی ریاض الدین علی صاحب ریاض نے استاد کیفی کی یادگار میں ایک بزم مشاعرہ ترتیب دی تھی اس موقع کے لئے یاد استاد کے نام سے ذیل کا قطعہ لکھا تھا جسکو ہماری درخواست پر عطا فرمایا ہے آپکا شکریہ بھی فرض ہے۔

میرے استاد کیفی زندہ دل فرد یگانہ تھے — کہو یا دشمن بخیر انکے تلمذ اور صحبت پر
خصوصاً آج اس جلسہ میں وہ تشریف لائے تھے — نظر رہتی تھی کل اہل سخن کی انکی صورت پر
جوار حضرت خواجہ میں پائی ہے جگہ اچھی — ہے غائب میرے میرا اب ناز اس جا طبیعت پر
اگر اجمیر جاؤ تا راگڑہ کی راہ میں دیکھو — محبت کا سبق ملتا ہے ابتک انکی تربت پر
میرے استاد بھائی جس قدر ہیں ان پہ لازم ہے — پڑھیں اب فاتحہ ان پر کہ بنتی ہے استاد پر

گڑیا

میری گڑیا کی آج شادی ہے
دیکھو میں نے خبر سُنادی ہے

اچھی بہنا! ضرور آنا تم
اپنی گڑیوں کو ساتھ لانا تم

دھوم سے میں نے کی ہے تیاری
سات جوڑے تو ہیں بہت بھاری

اور جوڑے ہیں سیدھے سادے بیس[1]
جملہ جوڑے ہوئے ہیں ستائیس[2]

کارچوبی مسالے کے جوڑے
کشتیوں میں ہیں میں نے خود جوڑے

چٹکی موڑی ہے اپنے ہاتھوں سے
کام ہوتا ہے کوئی باتوں سے؟

ہے یہ چوحاشیہ یہ اکلائی
یہ دوپٹے ہیں یہ ہے مرزائی

چولی کرتی ہے جامدانی کی
کارگے کی بھی کامدانی کی

پہلے کے جو نشان موندھے تھے
میں نے بدلے انھیں کہ بھونڈے تھے

یہ کناری یہ گوٹا یہ چمکی
جتنی تیاری ہے یہ ریشم کی

سب مرے ہاتھ کی ہے تیاری
سوئی سے کی ہے کیسی گل کاری؟

بے مسالے کے جتنے جوڑے ہیں
رنگ کر میں نے سارے چھوڑے ہیں

یہ سلائی یہ رنگریزی کا کام
میں نے سیکھے ہیں دل لگا کے تمام

آؤ دیکھو جہیز کا اسباب
مجھ سے سب پوچھ لو حساب کتاب

کتنا زیور ہے کتنے برتن ہیں
کتنے تولے ہیں سیر ہیں من ہیں

ہے چھپر کھٹ بھی فرش بھی ان کا
کم نہیں ہے جہیز میں تنکا

دیکھو سب اور تھوڑی دیر رہو
کم کوئی چیز ہو تو مجھ سے کہو

میری پیاری بہن! یہ سب ساماں
اب میں لیجاتی ہوں اٹھا کے مکاں

یہ پرانے طریقے کا ہے جہیز
نہیں کرتے اسے پسند انگریز

خیر اب "مدرسے" سے گھر جاکر
شام سے پہلے آؤ میرے گھر

نظم کیفی

"بھول جاؤ نہ کرکے اُستادی
مُیری گڑیا کی آج ہے شادی"

(النساء جلد ۴ نمبر ۱۲)

بہار بمبئی

دید کے قابل ہے کیا نقش و نگارِ بمبئی
دیکھنے والوں ہی سے پوچھو "بہارِ بمبئی"

کیا "کھنڈالہ" کیا "سمندر" سب ہیں حیرت کے مقام
اک تحیر گاہ ہے قرب و جوارِ بمبئی

غیر آبادی بھی آبادی سے ہرگز کم نہیں
ہیں بجائے خود "تماشا" کوہسارِ بمبئی

کچھ نہ کچھ پاتا ہے ہر شخص اپنی محنت کا صلہ
اچھے پیمانہ پہ ہیں سب کاروبارِ بمبئی

یوں تو ہوتی ہے گزر ہر شخص کی اچھی مگر
ہے "تجارت" پر فقط دار و مدارِ بمبئی

جمع ہیں کیا کیا یہاں حوران و غلمان و قصور
ہند میں ہے جنت الماویٰ دیارِ بمبئی

گردشِ چشمِ فسونگر کی ادائے خاص ہے
یا ہے یارب گردشِ لیل و نہارِ بمبئی

ہنستے ہنستے کس طرح آنکھوں میں آجاتے ہیں اشک
ہیں دلیلِ خندۂ گل آبشارِ بمبئی

ذرہ ذرہ سے عیاں ہے قدرتِ پروردگار
سرمۂ چشمِ تماشا ہے غبارِ بمبئی

آدمی، ہر ملک کا، ہر وضع کا، موجود ہے
ایک عالم کا خلاصہ ہے دیارِ بمبئی

یہ ٹرین آئی، وہ موٹر کار نکلی، وہ ٹرام
بل بجاتے وہ چلا سیکل سوارِ بمبئی

چھوڑتے ہیں ہم دسمبر میں تجھے افسوس ہے
الوداع اب اے نسیمِ نو بہارِ بمبئی

"جنوری" میں ہونے والے جشن کی اک آرزو
رہ گئی ہے دل میں کیفی! یادگارِ بمبئی

(نظارۂ میرٹھ)

کتبخانہ

بزمِ ادب

عقب مسجد چوک حیدرآباد دکن

ارباب علم و شایقین ناول کو مژدہ ہو کہ مذکورۂ بالا نام سے ناولوں کے ایک کتبخانہ کا افتتاح عمل میں آیا ہے جس میں علمی۔ تاریخی۔ اخلاقی اور ادبی ناولوں کا کثیر ذخیرہ موجود ہے مشہور و معروف انگریزی و عربی ناولوں کے ترجمے بطور خاص فراہم کئے گئے ہیں دورِ حاضر کے تمام مشہور علمی ناول اور نتیجہ خیز اخلاقی افسانے مہیا کئے گئے ہیں جب کبھی ہندوستان میں نئے ناول شائع ہوتے ہیں فوراً منگوا لئے جاتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے ناولوں کی فراہمی میں کثیر رقم صرف کی جا رہی ہے ان سب کے باوجود فیس اس قدر قلیل رکھی گئی ہے کہ ہر شخص بخوشی ادا کر سکتا ہے یعنے صرف چار آنہ (۴ ر) ماہانہ جس کے معاوضہ میں آپ گھر بیٹھے اپنے آرام و اطمینان کے گھنٹوں میں بہترین ناول مطالعہ فرما سکتے ہیں غور فرمائیے کہ جب فیس کی اس قدر قلیل مقدار کے معاوضہ میں کتابوں کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ آپ کے مطالعہ کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے تو یہ نعمت نہیں تو اور کیا ہے۔ علم دوست اصحاب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ خود شریک ہوں اور اپنے احباب کو بھی شریک کرائیں تاکہ آپ کے ساتھ آپ کے احباب بھی فائدہ سے محروم نہ رہیں۔

خاکسار

مہتمم

مصنف کی اور کتابیں

تذکرۂ شعرائے اورنگ آباد ۔ اورنگ آباد (دکن) کے قدیم اردو شعراء کے حالات اور ان کے کلام کے نمونے ۔ ۔ ۔ قیمت (۶ر)

یورپین شعرائے اردو ۔ انگریز۔ فرانسیسی اور پرتگیزی شعرائے اردو کے حالات اور اردو کلام کے نمونے ۔ ۔ ۔ قیمت (۸ر)

کلام کیفی ۔ حیدرآباد کے مشہور شاعر حضرت کیفی مرحوم کے کلام کا مجموعہ قیمت (۸ر)

حیات کیفی ۔ حضرت سید رضی الدین حسن المتخلص کیفی کے حالات زندگی قیمت (۲ر)

مشاہیر اردو (دو حصے) اردو کے مشہور شعراء و نثر نگار مصنفین کے حالات اور ان کی تصانیف کا تذکرہ بہ ترتیب حروف تہجی ۔ ۔ (زیر طبع)

تاریخ تصوف ۔ ڈاکٹر نکلسن پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ۔ ۔ ۔ ۔ (زیر طبع)

آثار حیدرآباد ۔ بلدہ حیدرآباد و مضافات کی قدیم عمارات۔ مزارات و آثار کی تاریخ ۔ ۔ ۔ ۔ (زیر طبع)

Date	No.	Date	No.